لا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ

ھُوَ الَّذِیْ اَرْسَلَ رَسُوْلَہٗ بِالْھُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْھِرَہٗ عَلَی الدِّیْنِ کُلِّہٖ

ماہنامہ

ریویو آف ریلیجنز (اردو)

یعنی

دنیا کے مذاہب پر نظر اور اہلِ مذاہب کا تشحیذ الاذہان

عدد ۶	ماہ جمادی الثانی ۱۳۶۴ھ مطابق ماہ جون ۱۹۴۵ء	جلد ۴۴

فہرستِ مضامین

جناب سید سلیمان صاحب ندوی سے ایک علمی، دلچسپ اور مفید خط و کتابت

(از مولوی عطا محمد صاحب (امرتسر)

نومبر ۱۹۲۳ء میں ایک صاحب سید وجاہت حسین صاحب کی طرف سے رسالہ معارف اعظم گڑھ میں دو تین سوالات اور سید سلیمان صاحب ندوی کی طرف سے ان سوالات کے جوابات شائع ہوئے۔ اس سے قبل اگرچہ سید سلیمان صاحب ندوی کی کوئی تصنیف میری نظر سے نہ گذری تھی۔ لیکن چونکہ علامہ شبلی کی سیرت النبیؐ کی پہلی دو جلدیں میں مطالعہ کر چکا تھا، اور مجھے یہ بھی معلوم تھا کہ سید صاحب اس کتاب کی تکمیل کر رہے ہیں، لہٰذا یہ خیال کر کے کہ ایسی بلند پایہ اور مقدس کتاب کی تکمیل کرنیوالا انسان یقیناً بہت بڑا علامہ اور نہایت ہی متقی اور پرہیزگار اور خدا ترس آدمی ہوگا۔ میں سید صاحب کی نسبت بہت حسن ظنی رکھتا تھا، اور اس حسن ظنی کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ حضرت امیرالمومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے اپنی زندہ جاوید کتاب تفسیر کبیر میں سید صاحب کی ایک کتاب ارض القرآن میں سے نہ صرف یہ کہ ایک اقتباس درج فرمایا ہے بلکہ حضور نے سید صاحب کی تحقیق سے اتفاق کا اظہار بھی فرمایا ہے۔ مگر چونکہ ان جوابات میں بھی مجھے وہی بات نظر آئی جو بالعموم ضدی اور متعصب مُلّا محض حق پوشی کی راہ سے اپنی تحریر و تقریر میں ظاہر کیا کرتے ہیں۔ اسلئے میں نے مناسب سمجھا کہ مسئلۂ نبوت پر سید سلیمان صاحب سے خط و کتابت کیجاوے اس خط و کتابت سے پہلے میں نے ان جوابات کے متعلق سید صاحب کو ایک طویل خط لکھا مگر چونکہ مجھے یہ یقین تھا کہ وہ اس جواب کو رسالہ معارف میں ہرگز شائع نہ کریں گے۔ اور میرا مقصد بھی تھا کہ کم از کم سائل صاحب کو سوالات کے اصل جوابات سے آگاہی ہو جاوے میں نے

وہ خط جو سید سلیمان صاحب کے نام لکھا تھا سید وجاہت حسین صاحب کے پتہ پر رسالہ میں درج تھا بذریعہ ڈاک بھیجدیا۔ مگر نہ معلوم پتہ غلط لکھا تھا یا کیا سبب ہوا خط دس بارہ دن کے بعد ڈیڈ لیٹر آفس کی معرفت مجھے واپس مل گیا۔ چونکہ موجودہ خط وکتابت کا اصل محرک وہی سلسلہ سوال و جواب تھا اسلئے اپنے ناظرین کی آگاہی اور صفائی بیان کے لئے رسالہ مذکور میں سے وہ سوالات مع ان کے جوابات کے درج کئے جاتے ہیں۔

معارف نمبر ۵ جلد ۵۲ صفحہ ۳۹۱

سیرت النبیؐ کی تکمیل۔ رجوع کئے ہوئے مسائل اور دو قادیانی وسوسوں کے جوابات

جناب سید وجاہت حسین صاحب محلہ چک سکین ڈاکخانہ سورج گڑھا ضلع مونگیر

سوال ۱: قادیانی آیت کلام پاک "وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِينَ حَتَّىٰ نَبْعَثَ رَسُولًا" سے نبوت کا جاری رہنا بتلاتے ہیں۔ یعنی ختم نبوت نہیں ہوئی بلکہ جاری ہے۔

سوال ۲: قادیانی یہ بھی کہتے ہیں کہ جب قرآن کریم نے گالی گلوچ خود استعمال کیا ہے (نعوذ باللہ) تو مرزا غلام احمد صاحب نے اگر کسی کو گالی دی تو کیا برا کیا۔ ان کا یہ عمل قرآن مجید کی تعلیم کے خلاف کیوں متصور ہو۔ اور اس کلام کے ثبوت میں وہ سورہ قلم کی وہ آیات پیش کرتے ہیں جو لفظ زنیم پر ختم ہوتی ہیں۔"

جواب از سید سلیمان صاحب

جواب سوال ۱: قادیانیوں کا یہ پیدا کردہ وسوسہ صحیح نہیں۔ اس آیت پاک کے معنی یہ ہیں کہ انبیائے کرام کی تکذیب کا عذاب اعلانِ نبوت سے پہلے نہیں ہوتا۔ نہ یہ کہ ہر وہ عذاب جو دنیا پر طاری ہو وہ نعوذ باللہ ایک نئے نبی کے ظہور کو مستلزم ہو جائے۔ بلکہ اس آیت پاک سے جو کچھ ظاہر ہے وہ یہ کہ نبوتِ محمدی ظاہر ہو چکی، نبی آ چکا۔ اب اس وقت سے لیکر تا قیامت مکذبین معذب ہوں گے۔ غرض ہر نبی کی تکذیب پر بالآخر عذاب آنا ضروری ہے لیکن ہر نئے عذاب کے وقت نئے نبی کا آنا ضروری نہیں۔ یہ الٹی گنگا ہے جو بہائی جا رہی ہے۔

جواب سوال ۲: قرآن مجید میں نعوذ باللہ گالی ہو، یہ صریح بہتان ہے۔ اس میں کوئی

گالی گلوچ نہیں بلکہ واقعات کا اظہار ہے۔ جس آیت کریمہ کو قادیانی ثبوت میں پیش کرتے ہیں وہ مع ترجمہ حسب ذیل ہے :-

وَلَا تُطِعْ كُلَّ حَلَّافٍ مَّهِينٍ هَمَّازٍ مَّشَّاءٍ بِنَمِيمٍ مَّنَّاعٍ لِّلْخَيْرِ مُعْتَدٍ أَثِيمٍ عُتُلٍّ بَعْدَ ذَٰلِكَ زَنِيمٍ (قلم)

آپ کسی ایسے شخص کا کہنا نہ مانیں جو بہت قسمیں کھانیوالا ہو۔ بے وقعت ہو طعنہ دینے والا ہو چغلیاں لگاتا پھرتا ہو۔ نیک کام سے روکنے والا ہو۔ حد سے گزرنے والا ہو۔ گناہوں کا ارتکاب کرنے والا ہو سخت مزاج ہو۔ اسکے علاوہ اپنے خاندان کے علاوہ دوسرے خاندان میں منسوب ہو۔

اس میں آخری لفظ زنیم کو کہا جا سکتا ہے۔ زنیم کے معنی ہیں :-

المنتسب الی قوم هو معلق بهم لا منهم (مفردات راغب ص۲۱۱)

یعنی جو کوئی کسی قوم کی طرف منسوب ہو وہ اس سے اگرچہ متعلق ہو لیکن اس میں سے نہ ہو۔

اب یہ دیکھئے کہ یہ اوصاف جن لوگوں کے بیان کئے گئے ہیں وہ واقعی ان کے حامل تھے یا نعوذ باللہ جذبۂ عناد میں ایسا کہا گیا ہے۔ روایات شاہد ہیں کہ ان آیات پاک میں جن لوگوں کا تذکرہ آیا ہے وہ بعینہٖ انہیں اوصاف کے تھے منجملہ ان کے ایک شخص اسود بن عبد یغوث زہری تھا۔ وہ بنو زہرہ کی طرف منسوب تھا حالانکہ اس قبیلہ سے اس کا تعلق نہ تھا۔ اسی طرح اخنس بن شریق دراصل ثقفی تھا مگر بنو زہرہ کے حلیف ہونیکی وجہ سے اسی جماعت سے سمجھا جاتا تھا۔ (تفسیر ابن جریر جلد ۲۹ صفحہ ۱۵) تو کیا اس کو لغتہً و واقعتہً اگر زنیم منسوب بہ طرف قبیلۂ غیر کہا گیا تو کیا نعوذ باللہ اس کو گالی سے تعبیر کیا جائے گا ؟ اس لئے بطور اظہار واقعہ آنحضرت صلعم سے کہا گیا کہ جو لوگ ان اوصاف کے ہیں ان سے لگاؤ نہ رکھیں۔ اُن کی باتوں میں نہ آئیں۔ نہ یہ کہ نعوذ باللہ چونکہ وہ لوگ ایمان نہ لاسکے اسلئے وہ لوگ ایسے ہیں اور ویسے۔ اگر نعوذ باللہ یہ ہوتا تو اس کو گالی گلوچ سے تعبیر کر سکتے تھے۔ ایسی گل فشانیوں کا اندازہ آپ کو قادیانی لٹریچر کے مطالعہ سے ہو سکتا ہے۔ قادیانی لٹریچر کے ان ہفوات کو آیات قرآنی کے مماثل کہنا یہ بڑی نادانی اور سخت گستاخی ہے۔"

اسکے جواب میں وہ خط جو میں نے سید صاحب کی خدمت میں لکھا تھا بجنسہٖ درج ذیل کیا جاتا ہے :-

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

مکرمی سید وجاہت حسین صاحب !

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ آپ حیران ہوں گے کہ یہ خط کس غیر معروف آدمی کا آگیا ہے۔ مگر حیران ہونے کی بات نہیں۔ آپ نے سید سلیمان ندوی سے چند ایک استفسارات معارف ماہ نومبر ۱۹۴۲ء میں کئے تھے جن کے انہوں نے جوابات دیئے ہیں۔ چونکہ وہ جوابات حق پوشی پر مبنی ہیں۔ میں نے جواب تو سید سلیمان صاحب کی خدمت میں ہی تحریر کئے تھے مگر چونکہ مجھے شک تھا کہ وہ ان جوابات سے آپ کو آگاہ کرنے میں تامل کریں گے۔ اس لئے میں نے یہ ان کے نام کا خط آپ کی خدمت میں بھیجنا مناسب سمجھا۔ تاکہ آپ کو اصل جوابات سے اطلاع ہو جاوے۔ اگر آپ مناسب سمجھیں تو میری یہ تحریر سید سلیمان صاحب کی خدمت میں بھیجکر ان سے جواب کے طالب ہوں۔ اور اگر ہو سکے تو ان کو مجبور کریں کہ وہ ان کے جوابات اپنے رسالہ میں شائع فرمائیں۔

اس سے زیادہ فی الحال میں کچھ لکھنا مناسب نہیں سمجھتا۔ اور یہ سطور بھی بامتثال امر الٰہی ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر کے ماتحت تحریر کر رہا ہوں۔ کمی بیشی الفاظ سے معاف فرمائیں۔

اگر آپ مناسب سمجھیں تو مزید تحقیق کے لئے بندہ سے سلسلہ رسل و رسائل قائم فرمائیں۔ انشاء اللہ تعالیٰ آں مکرم کی تسلی کرنے کی کوشش کی جائے گی۔

والسلام

عاجز عطا محمد۔ اورنٹیل ٹیچر گورنمنٹ ہائی سکول امرتسر ۱۲/۴۳ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم　　　نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

نوٹ:۔ آپ کو اسی خدا کی قسم ہے جس کی قسم دینے پر آنحضرت صلعم بھی توجہ سے بات سنا کرتے تھے کہ اس عریضہ کو اول سے آخر تک ضرور ملاحظہ فرمائیں اور اس پر خالی بالطبع ہو کر غور فرمائیں۔ نیز جواب سے ضرور سرفراز فرمائیں۔

مکرمی سید سلیمان صاحب!

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ رسالہ معارف ماہ نومبر ۱۹۴۲ء میں آں مکرم نے ایک صاحب سید وجاہت حسین صاحب کے دو تین سوالوں کے جوابات دیئے ہیں۔ ان میں سے مجھے صرف تیسرے اور چوتھے سوال کے جواب کے متعلق کچھ عرض کرنا ہے۔

(۱) آپ نے اپنی تحریر میں جو قادیانی کا لفظ استعمال فرمایا ہے اس کے متعلق عرض ہے کہ آپکو

خوب معلوم ہے کہ قادیان ایک بستی کا نام ہے۔ وہاں مختلف المذاہب لوگ رہتے ہیں۔ اور محض اس بناء پر کہ حضرت مرزا غلام احمد صاحبؑ قادیان کے باشندہ تھے۔ ان کے مرید قادیانی کے نام سے نہیں پکارے جاسکتے۔ کیونکہ قادیانی ایک آریہ اور سکھ بھی ہوسکتا ہے۔ اور بوجہ قادیان کا باشندہ ہونیکے ایک احمدی بھی قادیانی کہلا سکتا ہے مگر ہر احمدی کو قادیانی نہیں کہہ سکتے۔

سید وجاہت حسین صاحب کے متعلق تو مجھے معلوم نہیں کس قابلیت کے انسان ہیں مگر آپ کی علمی فضیلت تو مسلّمہ ہے۔ آپ کی عالمانہ شان سے یہ بالکل بعید بات ہے کہ جس گڑھے میں ایک سائل اپنی نادانی کی وجہ سے گرا ہے اُسی میں آپنے مشعل علم ہاتھ میں رکھتے ہوئے چھلانگ لگا دی ہے۔ کم از کم جہاں ایک دینی مسئلہ کے متعلق آپ کا فرض تھا کہ سائل کی صحیح راہنمائی کریں اسی طرح اس دوسرے مسئلہ میں بھی سائل کو راہِ راست پر لانا آپ ہی کا کام تھا۔ اگر آپنے احمدیہ لٹریچر پڑھا ہے تو یقیناً آپ اس سے ناواقف نہ ہوں گے کہ مرزا صاحبؑ نے اپنے ماننے والوں کا نام احمدی تجویز فرمایا ہے اور دوسرے شریف اصحاب سے توقع ظاہر فرمائی ہے کہ وہ انہیں احمدی کے نام سے پکارا کریں۔ پس اگر اس بات کا علم رکھتے ہوئے آپنے احمدی کی بجائے قادیانی کا لفظ استعمال فرمایا ہے تو نص قرآنی لا تنابزو ابالالقاب کی صریح نافرمانی کی ہے جس سے اس پیرانہ سالی میں آپ کو احتراز کرنا اولیٰ ہے۔

اس کے بعد میں آیت قرآنی "ما کنا معذبین حتیٰ نبعث رسولاً" کے متعلق کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں مجھے افسوس ہے کہ یہاں بھی آپ نے محض حق پوشی کی راہ سے سائل کو سیدھا سادہ جواب دینے کی بجائے ایک بہتان تو احمدی غریبوں کے سر تھوپ دیا ہے کہ گویا وہ اس آیت سے یہ استدلال کرتے ہیں کہ ہر عذاب کے وقت ایک نئے نبی کا ہونا ضروری ہے۔ حالانکہ جو شخص احمدی حضرات کے معتقدات اور قرآن کریم سے ذرا بھی مس رکھتا ہے وہ جانتا ہے کہ آیت موصوفہ بالا سے احمدیوں کا استدلال صرف اور صرف یہ ہے کہ گو ہر عذاب کے وقت نبی کا موجود ہونا ضروری نہیں مگر ہر نبی کے انکار پر عذاب کا آنا ضروری ہے۔ اور اس آیت شریفہ میں نسبت عموم خصوص مطلق کی ہے۔ جس طرح ضروری نہیں کہ ہر مرنیوالے نے سم الفار کھایا ہو مگر ہر سم الفار کھانیوالے کا مرنا ضروری ہے۔ چنانچہ گو آپنے قولوا قولاً سدیداً پر عمل نہیں کیا تاہم آپ کے قلم سے بے اختیار یہ حقیقت بے نقاب ہوگئی ہے جیسا کہ آپ خود فرماتے ہیں "قادیانیوں کا یہ پیدا کردہ وسوسہ صحیح نہیں۔ اس آیت پاک کے معنی یہ ہیں

کہ انبیاء کے کلام کی تکذیب کرنیکا عذاب اعلانِ نبوت سے پہلے نہیں ہوتا" جناب بندہ! احمدی کب یہ کہتے ہیں اور کس طرح کہہ سکتے ہیں کہ انبیاء کی تکذیب کرنیکا عذاب اعلانِ نبوت سے پہلے ہوتا ہے۔ جبکہ ارشادِ خداوندی ہی یہ ہے کہ جب تک ہم رسول بھیجکر متنبہ نہ کریں کسی قوم پر عذاب نازل نہیں کیا کرتے۔ پس احمدیوں کا استدلال بالکل معقول ہے۔ ہر عقلمند کے قبول کرنے کے لائق ہے۔ آپ خود اپنے گھر میں اس پر عمل پیرا ہیں۔ پہلے بیوی بچوں کو کسی بات سے منع کرتے یا کسی امر کا حکم دیتے ہونگے اور پھر خلاف ورزی پر تنبیہ یا زجر و توبیخ فرماتے ہوں گے۔ کلامِ الٰہی کا یہی منشاء ہے کہ جو قوم اپنی بدکرداریوں کی وجہ سے عذاب کی مستحق ٹھیر جاتی ہے اُسے عذاب دینے سے قبل ایک موقعہ اپنی حالت سُدھارنے کا دیا جاتا ہے۔ پس اگر رسول یا نبی کی فرمانبرداری سے قوم اپنے تئیں رحمت کا مستحق بنا لے تو بہتر ورنہ نزولِ عذاب کے لئے ایک وجہ موجبہ پیدا ہو جاتی ہے۔ قرآن کریم کی کئی آیات اس مضمون کی تائید کرتی ہیں۔ بخوفِ طوالت صرف ایک دو پر کفایت کرتا ہوں۔

(۱) لو انّا اھلکنٰھم بعذاب من قبلہٖ لقالوا ربّنا لولا ارسلت الینا رسولاً فنتّبع اٰیٰتک من قبل ان نذلّ و نخزیٰ (طٰہٰ ع)

(۲) رسلاً مبشّرین و منذرین لئلّا یکون للنّاس علی اللّٰہ حجّۃ بعد الرّسل وکان اللّٰہ عزیزاً حکیماً ٥ (نساء ع ۲۴)

باقی آپ کا یہ فرمانا کہ "اس آیت پاک سے جو کچھ ظاہر ہے وہ یہ کہ نبوت محمدی ظاہر ہو چکی، نبی آچکا، اب اُس وقت سے لیکر تا قیامت کذّبین معذّب ہوں گے" غلط مبحث سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتا۔ اس آیت شریفہ سے ہرگز ہرگز یہ استدلال نہیں ہوتا۔ کہ نبوت محمدی ظاہر ہو چکی، اور نبی آچکا۔ پھر اسے تلبیسِ حق بالباطل کی راہ سے آپ ایسا لکھ رہے ہیں جو آپ ایسے عالم کی شان سے بہت بعید ہے۔ اور اگر اس آیت یا قرآن کریم کی کسی اور آیت سے یہ مفہوم ظاہر ہوتا ہے تو اُسے پیش فرمائیے۔ اس آیت میں ایسا کونسا لفظ ہے جس سے یہ مفہوم مستنبط ہوتا ہے۔

مولانا! آپ اب عمر کے آخری حصّہ سے گذر رہے ہیں۔ خدا جانے چار دن زندگی باقی ہے یا نہیں۔ اب جلد یا بدیر اللہ تعالیٰ سے معاملہ پڑنیوالا ہے۔ پس برائے خدا آپ اپنی اس غلطی کی اصلاح فرمائیں اور اپنے مولا کو راضی کرنیکی کوشش کریں۔ معارف میں آپکے بہتیرے مضامین

لکھے تحقیقاتیں کیں، دُنیا میں نام پایا، روپیہ کمایا، سب کچھ ہوا لیکن اگر ناموری یا شہرت کو بٹہ لگنے کے ڈر سے آپ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن کریم کے صریح احکام کی خلاف ورزی کر کے خدا کو ناراض کرتے رہے تو دُنیا کی عزت و شہرت وہاں ہرگز ہرگز کسی کام نہ آوے گی۔

قل ان کان اباءکم و ابناءکم و اخوانکم و ازواجکم و عشیرتکم و اموال اقترفتموها و تجارة تخشون کسادها و مساکن ترضونها احب الیکم من الله و رسوله و جهاد فی سبیله فتربصوا حتی یاتی الله بامره و الله لا یهدی القوم الفاسقین ٥

مولانا! ایمان سے کہیے کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد دُنیا تعلیم و تعلّم کی زحمت سے آزاد ہوگئی ہے؟ کیا اب انسان مکلّف نہیں رہے؟ کیا اب یہ انسانی فطرت کہ نبی سے جس قدر دوری ہوتی جاوے اسی قدر اُس کی تعلیم سے دُوری اور اعمال میں کمزوری پیدا ہوتی جاتی ہے تبدیل ہوگئی ہے؟ کیا آنحضرت صلعم نے خود ہی نہیں فرمایا خیر القرون قرنی ثم الذین یلونهم ثم الذین یلونهم ثم یفشو الکذب۔ پھر اگر ان حالات میں صحیح راہ بتلانے کے لئے آپ جیسے علماء کی امت کو ضرورت ہو سکتی ہے تو آپ جیسے علماء کی غلطیوں، غلط فہمیوں اور کجرائیوں کو دُور کرنے کے لئے علمائے ربانی کی ضرورت کیوں نہیں؟ کیا آپ نے اپنے بعض معتقدات سے رسالہ معارف کے ذریعہ ہی رجوع کا اظہار نہیں فرمایا؟ اگر آپ نے فی الواقعہ نیک نیتی کی نیت سے ایسا کیا ہے کہ جو مسئلہ جس طرح سمجھ میں آیا حق اور راستی کی رعایت سے اسی طرح لوگوں کے سامنے پیش کر دیا ہے تو پھر کیا آپ اللہ تعالےٰ کو حاضر و ناظر جان کر علیٰ وجہ البصیرت کہہ سکتے ہیں کہ مرزا صاحب کا دعویٰ قرآن و حدیث کے صریح پرخلاف ہے؟ کیا آپ سے "ماذا اجبتم المرسلین" کا سوال کیا جائے تو آپ اپنے موجودہ عقائد کی رو سے اس سوال کے جواب سے عہدہ برآ ہو سکتے ہیں؟ کیا آپ کو اس بات کی خبر نہیں کہ قرآن کریم میں سوائے خاتم النبیین کے ایک آیت بھی ایسی نہیں جس سے نبوت کے مسدود ہونیکا مفہوم نکلتا ہو نص صریح کا ملنا تو بڑی بات ہے کسی ایک آیت سے بھی اشارۃً و کنایۃً بھی یہ مفہوم نہیں نکلتا کہ اب آئندہ باب نبوت مسدود ہے؟ اور ہاں آپ تو عالم ہیں کیا خاتم النبیین کے معنے "نبیوں کو ختم کرنیوالا" ہیں؟ اگر خاتم کے معنے ختم کرنیوالا ہیں تو کیا نعوذ باللہ اللہ تعالیٰ کو فہیم کلام کی بھی لیاقت نہ تھی کہ کفار نے سوال تو نبوت کے متعلق کیا

اور اللہ تعالیٰ نبوت کا بے تعلق جھگڑا درمیان میں لے آیا۔ کیا مار دُں گھٹنا پھوٹے آنکھ کی اِس سے بڑھکر مثال کسی اور جگہ بھی مل سکتی ہے۔ کیا آپ کو معلوم نہیں کہ قرآن کریم میں نبوت بند ماننے والوں کے متعلق اللہ تعالےٰ نے بڑے سخت الفاظ استعمال فرمائے ہیں۔

سورہ مومن میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَلَقَدْ جَآءَكُمْ يُوسُفُ مِنْ قَبْلُ بِالْبَيِّنٰتِ فَمَا زِلْتُمْ فِي شَكٍّ مِّمَّا جَآءَكُمْ بِهٖ حَتّٰى إِذَا هَلَكَ قُلْتُمْ لَنْ يَّبْعَثَ اللّٰهُ مِنْ بَعْدِهٖ رَسُوْلًا ۚ كَذٰلِكَ يُضِلُّ اللّٰهُ مَنْ هُوَ مُسْرِفٌ مُّرْتَابٌۚ الَّذِيْنَ يُجَادِلُوْنَ فِيْٓ اٰيٰتِ اللّٰهِ بِغَيْرِ سُلْطٰنٍ اَتٰىهُمْ ۚ كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ وَعِنْدَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۚ كَذٰلِكَ يَطْبَعُ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ قَلْبِ مُتَكَبِّرٍ جَبَّارٍ ۝ (المومن ع۴) اور یہ بھی آپ نے خیال فرمایا کہ اگر نبوت بند کرنی ہوتی یا باب نبوت مسدود کرنا منظور ہوتا تو "لن یبعث اللہ من بعدہٖ رسولاً" کا قہری اور دو ٹوک حکم نازل کرنا پڑے، کہ جس سے ادنیٰ سے ادنیٰ فہم کا آدمی بھی منشائے متکلم سے واقف ہو سکے نہ کہ خاتم النبیین کے الفاظ استعمال کئے جا دیں گے۔ جس کے حقیقی چھوڑ مجازی معنے بھی اس مفہوم کی قطعاً اجازت نہیں دیتے۔

مولوی صاحب! میرے جیسے ہیچمدان کو بھی اس مسئلہ میں اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے شرح صدر کی دولت حاصل ہے۔ آپ جیسے علماء کی سمجھ میں یہ آسان سی بات کیوں نہیں آتی۔ خدارا غور کریں، کہیں متکبر اور جبار کی وعید کے مصداق تو نہیں۔ اور خدا کی اطاعت تو انبیاء کی اطاعت سے وابستہ تھی، کیا خدا نے اب بندوں کی تخلیق کی غرض و غایت (ما خلقت الجن و الانس الا لیعبدون) بھی بدل ڈالی۔ پہلے تو ایمان کا امتحان دیکر لوگ پاس ہوتے تھے اب بغیر امتحان ہی سرٹیفکیٹ ملنے لگے۔ (احسب الناس ان یترکوا ان یقولوا اٰمنا وھم لا یفتنون) یہ کیا اندھیر گردی ہو گئی۔ کیا خدا تعالےٰ نے اپنا کلام بھلا دیا (اعلموا ان اللہ یحی الارض بعد موتھا) کہ ہر روحانی موت کے بعد وہ زندگی بخشیگا کیا جسمانی طور پر ہر سال ہر فصل کے لئے علیحدہ بارش کی ضرورت نہیں ہوتی۔ کیا ہر زمانہ کی ہدایت کیلئے نئے معلم نہیں پیدا ہوتے۔ مولوی صاحب! خدا کے لئے تعصب سے چشم پوشی فرمائیے۔ دنیا تا بکے۔ روزے چند آخر کار با خداوند!!!

دوسرا بہتان سائل اور مجیب دونوں نے غریب احمدیوں کے سر یہ تھوپا ہے کہ وہ کہتے ہیں

قرآن میں نعوذ باللہ گالی گلوچ ہے۔ اس کے جواب میں سب سے پہلی بات جو کہنے والی ہے۔ وہ لعنۃ اللہ علی الکذبین ہے۔ دوسری بات اس سلسلہ میں کہنے کے لائق یہ ہے کہ احمدی حضرات بھی وہی کہتے ہیں جو آپ کہتے ہیں۔ کہ ایسے الفاظ جو ہوں تو کس قدر تلخ مگر حقیقت پر مبنی ہوں ان کا نام گالی گلوچ نہیں ہے۔ اور اگر ان کا نام نادان معترض کے خیال میں گالی گلوچ ہے تو پھر ماننا پڑے گا کہ قرآن کریم میں بھی گالی گلوچ نعوذ باللہ پایا جاتا ہے کیونکہ قریش کے اکابر کو شیطان، شر البریہ اور حمر مستنفرہ اور ان کے بتوں کو حصب جہنم وغیرہ کے کرخت ناموں سے یاد کرنا ہرگز ایسی بات نہیں جس سے کفار قریش خوش ہوئے ہوں۔ اس بارہ میں حضرت مرزا غلام احمد صاحب مسیح موعود و مہدی معہود کا اپنا پاک کلام پیش کر دینا کافی ہوگا۔ آپ اپنی کتاب ازالہ اوہام حصہ اول کے صفحہ ۲۰ پر فرماتے ہیں :۔

"پہلی نکتہ چینی اس عاجز کی نسبت یہ کی گئی ہے کہ اپنی تالیفات میں مخالفین کی نسبت سخت الفاظ استعمال کئے ہیں جن سے مشتعل ہو کر مخالفین نے اللہ جلشانہ اور اسکے رسول کریم کی بے ادبی کی اور پُر دشنام تالیفات شائع کر دیں۔ قرآن کریم میں صریح حکم وارد ہے کہ مخالفین کے معبودوں کو سب اور شتم سے یاد مت کرو۔ تا وہ بھی بے سمجھی اور کینہ سے خدا تعالیٰ کی نسبت سب و شتم کے ساتھ زبان نہ کھولیں لیکن اس جگہ برخلاف طریق ماموریہ کے سب و شتم سے کام لیا گیا۔

اما الجواب۔ پس واضح ہو کہ اس نکتہ چینی میں معترض صاحب نے وہ الفاظ بیان نہیں فرمائے جو اس عاجز نے بزعم ان کے اپنی تالیفات میں استعمال کئے ہیں۔ اور در حقیقت سب و شتم میں داخل ہیں۔ میں سچ سچ کہتا ہوں کہ جہاں تک مجھے معلوم ہے میں نے ایک لفظ بھی ایسا استعمال نہیں کیا جس کو دشنام دہی کہا جاوے۔ بڑے دھوکہ کی بات یہ ہے کہ اکثر لوگ دشنام دہی اور بیان واقعہ کو ایک ہی صورت میں سمجھ لیتے ہیں۔ اور ان دونو مختلف مفہوموں میں فرق کرنا نہیں جانتے۔ بلکہ ایسی ہر ایک بات کو جو دراصل ایک واقعی امر کا اظہار ہو۔ اور اپنے محل پر چسپاں ہو محض اس کی کسی قدر مرارت کی وجہ سے جو حق گوئی کے لازم حال ہوا کرتی ہے دشنام دہی تصور کر لیتے ہیں۔ حالانکہ دشنام اور سب و شتم فقط اس مفہوم کا نام ہے جو خلاف واقعہ دروغ کے طور پر محض آزار رسانی کی غرض سے استعمال کیا جاوے۔ اور اگر ہر ایک سخت

اور آزاردہ تقریر کو محض بوجہ اس کی مرارت اور تلخی اور ایذا رسانی کے دشنام کے مفہوم میں داخل کر سکتے ہیں تو پھر اقرار کرنا پڑے گا کہ سارا قرآن شریف گالیوں سے پُر ہے کیونکہ جو کچھ بتوں کی ذلت اور بُت پرستوں کی حقارت اور ان کے بارہ میں لعنت ملامت کے سخت الفاظ قرآن شریف میں استعمال کئے گئے ہیں۔ یہ ہرگز ایسے نہیں ہیں جن کے سُننے سے بُت پرستوں کے دل خوش ہوئے ہوں بلکہ بلاشبہ ان الفاظ نے ان کے غصّہ کی حالت کی بہت تحریک کی ہوگی۔ کیا خدائے تعالیٰ کا کفارِ مکّہ کو مخاطب کر کے یہ فرمانا کہ انکم وما تعبدون من دون اللہ حصب جہنم معترض کے من گھڑت قاعدہ کے موافق گالی میں داخل نہیں ہے۔ کیا خدا تعالیٰ کا قرآن شریف میں کفار کو شر البریہ قرار دینا اور تمام رذیل اور پلید مخلوقات سے انہیں بدتر ظاہر کرنا یہ معترض کے خیال کی رو سے دشنام دہی میں داخل نہیں ہوگا۔ کیا خدائے تعالیٰ نے قرآن شریف میں وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ نہیں فرمایا۔ کیا مومنوں کی علامات میں اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ نہیں رکھا گیا۔ کیا حضرت مسیحؑ کا یہودیوں کے معزز فقیہوں اور فریسیوں کو سؤر اور کُتّے کے نام سے پکارنا اور گلیل کے عالی مرتبہ فرمانروا ہیرودیس کا لومڑی نام رکھنا اور معزز سردار، کاہنوں اور فقیہوں کو کنجری کے ساتھ مثال دینا اور یہودیوں کے بزرگ مقتداؤں کو جو قیصری گورنمنٹ میں اعلیٰ درجہ کے عزّت دار اور قیصری درباروں میں کرسی نشین تھے ان کریہہ اور نہایت دلآزار اور خلافِ تہذیب لفظوں سے یاد کرنا کہ تم حرامزادے ہو۔ حرام کار ہو۔ شریر ہو۔ بدذات ہو۔ بے ایمان ہو۔ احمق ہو۔ ریاکار ہو۔ شیطان ہو۔ جہنمی ہو۔ تم سانپ ہو۔ سانپوں کے بچے ہو۔ کیا یہ سب الفاظ معترض کی رائے کے موافق فاش اور گندی گالیاں نہیں ہیں۔ اس سے ظاہر ہے کہ معترض کا اعتراض نہ صرف مجھ پر اور میری کتابوں پر بلکہ درحقیقت معترض نے خدا تعالیٰ کی ساری کتابوں اور سارے رسولوں پر نہایت درجہ کے بغض سے دل کے ساتھ حملہ کیا ہے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ مگر سوال تو یہ ہے کہ کیا یہ مقدس لوگ پورے درجہ کے غیر مہذب تھے۔ کیا زمانۂ حال کی موجودہ تہذیب کی انکو بو بھی نہیں پہنچی تھی؟

اس سوال کا جواب ہمارے سیّد و مولا مادرم و پدرم برو فدا باد حضرت خاتم المرسلین سیّد الاولین والآخرین پہلے سے دے چکے ہیں۔ اور وہ یہ ہے کہ جب

یہ آیتیں اُتریں کہ مشرکین رجس ہیں، پلید ہیں، شرالبریہ ہیں، سفہاء ہیں، اور ذریتِ شیطان ہیں اور ان کے معبود وقود النار اور حصب جہنم ہیں تو ابوطالب نے آنحضرت صلعم کو بلا کر کہا کہ اے میرے بھتیجے اب تیری دشنام دہی سے توقوم سخت مشتعل ہوگئی ہے اور قریب ہے کہ تجھ کو ہلاک کریں اور ساتھ ہی مجھ کو بھی۔ تو نے ان کے عقلمندوں کو سفیہہ قرار دیا اور ان کے بزرگوں کو شرالبریہ کہا اور اُن کے قابلِ تعظیم معبودوں کا نام ہیزم جہنم اور وقود النار رکھا۔ اور عام طور پر ان سب کو رجس اور ذریت شیطان اور پلید ٹھیرایا۔ میں تجھے خیر خواہی کی راہ سے کہتا ہوں کہ اپنی زبان کو دشنام دہی سے باز آجا۔ ورنہ میں قوم کے مقابلہ کی طاقت نہیں رکھتا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں کہا کہ اے چچا! یہ دشنام دہی نہیں ہے بلکہ اظہار واقعہ اور نفس الامر کا عین محل پر بیان ہے۔ اور یہی تو کام ہے جس کیلئے میں بھیجا گیا ہوں۔ اگر اس سے مجھے مرنا در پیش ہے تو میں بخوشی اپنے لئے اس موت کو قبول کرتا ہوں۔" (صلا)

اِس حوالہ کو پڑھ لینے کے بعد کوئی ذی ہوش اور خدا ترس آدمی احمدیوں پر یہ بہتان لگانے کی جرأت نہیں کرسکتا۔ کہ وہ قرآن یا گالی گلوچ کے قائل ہیں نعوذ باللہ۔ ہاں اگر ارادۃً راہ زنی اور صد عن سبیل اللہ کا مرتکب ہونا چاہے تو اور بات ہے۔

اِس کے بعد مجھے آپ سے ایک گلہ بھی کرنا ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ باوجود عالم ہونے کے؛ باوجود بظاہر معصومانہ انداز میں اپنی بعض غلطیوں سے رجوع کا اظہار کرنے کے۔ باوجود آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے دلی عقیدت کا ڈھول پیٹنے کے آپ کی زبان پر کلمۂ حق کبھی جاری نہیں ہوتا۔ کسی عیسائی کی کتاب سے آپ کوئی استفادہ کریں تو اس کا حوالہ آپ کی کتابوں میں آسکتا ہے، ہندوؤں اور سکھوں کا تذکرہ آپ کی زبان بڑے تشکرانہ انداز میں کرتی ہے۔ اگر نہیں کرتی اور کبھی نہیں کرتی تو احمدیوں اور ان کے امام اور پیشوا کا ذکر ہی نہیں کرتی۔ کیا یہ حد درجہ کے تعصب یا حسد کی دلیل نہیں ہے کہ عیسائیوں اور آریوں کے اعتراضات کے جوابات کے لئے آپکو رحمۃ اللہ اور محمد قاسم اور سرسید اور احمد رضا کے نام تو یاد آگئے، مگر جس شخص نے اِس تنِ مُردہ میں جان ڈالی اور جس کے لٹریچر نے مخالفین کی نہ صرف زہریلی کچلیوں کو توڑا، بلکہ اسلامی قلعہ کی فصیل اس قدر بلند اور مضبوط کر دی کہ قیامت تک اِس قلعہ کو فتح کرنا تو درکنار اس کی طرف آنکھ اٹھا کر دیکھنا بھی

دشمن بدنہاد کے لئے ناممکن کر دیا۔ اور جو آج قبولِ عام کی سند حاصل کر چکا ہے۔ اس کے ذکر کے لئے آپ کی کتب و رسالجات میں افسوس! صد افسوس!! کہ کوئی جگہ نہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اِدھر ہمارے بزرگوں کا یہ حال ہے کہ وہ تفسیر کبیر جیسی زندۂ جاوید کتاب میں سید سلیمان ندوی کی ایک تحقیق کا نہ صرف ذکر کرتے ہیں بلکہ اس کا اقتباس درج کر کے شاندار الفاظ میں اس کی تعریف بھی فرماتے ہیں۔

اس سے اگر کچھ ثابت ہوتا ہے تو یہی کہ آپ صریح طور پر نہ صرف اپنی جانوں پر ظلم کر رہے ہیں بلکہ قوم کا بیڑا غرق کرنے میں بھی بمقدور کوئی کمی نہیں کر رہے۔ قرآن کریم میں جو اندھے اور سجاکھے کی مثال دی گئی ہے وہ احمدی اور غیر احمدی دونو پر خوب چسپاں ہوتی ہے۔ ایک طرف غیر احمدی ہیں کہ اندھے کی لاٹھی کی طرح بلا تمیز اپنے بیگانے کو اعتراضات کے تیروں کا نشانہ بنا رہے ہیں، دوسروں پر وہ اعتراض کرتے ہیں جن سے اُن کے اپنے بزرگ بھی بچ نہیں سکتے۔ دوسری طرف احمدی ہیں جو سارے جہان کے بزرگوں کو اپنا بزرگ گردانتے دل سے ان کی تعظیم کرتے اور زبان سے اُن کے احسانات کے گُن گاتے ہیں کسی پر ایسا اعتراض نہیں کرتے جو خود اُن پر اُن کے کسی بزرگ پر پڑتا ہو۔ ہر قوم کی بہبودی اور بہتری کے لئے اپنے تن من دھن سے کوشش کر رہے ہیں۔ احمدی دوسروں کو بچانے کی خاطر اپنی جان جوکھوں میں ڈال رہے ہیں۔ اور غیر احمدی ہیں کہ دشنام دہی، بہتان طرازی، زدوکوب اور دیگر ہر قسم کی مصائب سے ان پر عرصۂ حیات تنگ کر رہے ہیں۔ ع

ببیں تفاوتِ راہ از کجا است تا بکجا!

عاجز عطا محمد اورنٹیل ٹیچر گورنمنٹ ہائی سکول امرتسر ۲۷/۴/۴۶

۱۳ر جون ۱۹۴۴ء نقل کارڈ بخدمت ایڈیٹر صاحب رسالہ معارف اعظم گڈھ

مکرمی سید صاحب مدظلہ العالی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ آپ جیسے علماء کا وجود اس دورِ قحط الرجال میں از بس غنیمت ہے۔ اور پھر اس پر یہ ہمتِ مردانہ قابلِ صد ستائش ولائق ہزار تحسین ہے کہ اس پیرانہ سری میں بھی سوالات کے جوابات کا سلسلہ جاری کر رکھا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہی آپ کی بہترین جزا ہو۔

براہِ کرم اپنے موقر مجلہ معارف میں مندرجہ ذیل سوالات کے جوابات رقم فرما کر عنداللہ ماجور و عندالناس مشکور ہوں۔

(۱) نبی کی تعریف کیا ہے (۲) اس کی ضرورت کیا ہے (۳) اس کی صداقت کا معیار کیا ہے (۴) گذشتہ انبیاء میں سے کسی ایک کی صداقت بروئے معیار مذکورہ۔ جواب ازراہ کرم قرآن کریم اور احادیث صحیحہ کی روشنی میں بیان فرمائیں۔ اور گو مختصر ہو مگر ماقل و دل کا مصداق ہو۔ غلام نیازمند کا اڈریس پشت کارڈ ہذا پر ملاحظہ فرمائیں۔

ایم عطا محمد فاضل بی۔ اے او ڈی ٹیچر گورنمنٹ ہائی سکول امرتسر ۱۴-۶-۴۴

نمبر ۱۰۹۰۲ دار المصنفین اعظم گڈھ مورخہ ۱۹ جون ۱۹۴۴ء

مکرمی السلام علیکم

گرامی نامہ ملا۔ جن صاحب کے متعلق مذہبی استفسارات کے جواب کی خدمت ہے وہ آجکل وطن گئے ہیں۔ شروع جولائی میں واپس آئیں گے اسلئے اسی وقت آپکے استفسار کا جواب دیا جاویگا۔ اس موضوع پر اردو میں بہت سی کتابیں ہیں ان کو بھی آپ دیکھ سکتے ہیں۔ سیرۃ النبی میں یہ بحث تفصیل کے ساتھ موجود ہے۔ والسلام

شمس الدین ندوی

نمبر ۵۲۴ دار المصنفین اعظم گڈھ مورخہ:۔

مکرم وفقکم اللہ تعالیٰ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ خوشی ہوئی کہ آپ کے دل میں تلاش حق کی تڑپ ہے۔ آپ نے جو سوالات فرمائے ہیں وہ بہت اہم ہیں اور چند صفحوں میں ان کے جوابات کی گنجائش نہیں۔ آپ مہربانی فرماکر سیرۃ النبی جلد سوم و چہارم اور خطبات مدراس اس ہیچمدان کی تالیفات میں سے بغور مطالعہ فرمائیں۔ اس کے بعد بھی اگر دل میں کوئی سوال باقی رہے تو ارقام فرمائیں انشاء اللہ تعالیٰ دفع شبہات اور ازالہ اوہام و خطرات کی کوشش کی جائے گی۔ والامر بید اللہ تعالیٰ

بہتر یہ ہے کہ ان مباحث میں اعتراض و جواب و مباحث سے حتی المقدور پرہیز کیا جائے اور دل کو وساوس سے پاک رکھا جائے۔ جس طرح مریض کو چاہئے کہ حتی الوسع دوا سے پرہیز کرے۔ جب مجبوری ہو تو دوا کھائی جائے۔ اور اس تدبیر سے ازالہ مرض کیا جائے۔ یہی حال امراض قلبی میں بھی ہے۔ ورنہ اکثر دیکھا گیا ہے کہ لوگ اسی سوال و جواب و اعتراض و شبہ میں مصروف رہجاتے ہیں اور ایمان کی دولت سے محرومی ان کو نصیب ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس سے محفوظ رکھیں

آئندہ اگر کوئی خلجان دل میں ہو تو بے تکلفی کے ساتھ بے تامل ارشاد فرمائیں اوسکے ازالہ کی کوشش کی جائے گی انشاء اللہ العزیز۔ والسلام سید سلیمان ۱۶ شعبان ۱۳۶۳ھ۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم		نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

للہ اس خط کو تمام و کمال پڑھ کر از راہ شفقت علیٰ خلق اللہ شافی جواب عطا فرمائیں۔

مکرمی سید صاحب زادکم اللہ شرفاً و عزاً

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ'۔ آں مکرم کا نامۂ عطوفت شمامہ شرفِ صدور لاکر باعثِ اعزاز ہوا۔ جزاکم اللہ تعالےٰ خیراً۔ یاد آوری کا شکریہ۔ بوجہ تعطیلات موسم گرما بندہ چونکہ گھر چلا گیا تھا۔ اسلئے جواب میں غیر معمولی تاخیر ہوگئی۔ معاف فرمائیے گا۔ مجھے اس بات سے تو بیحد خوشی ہوئی۔ کہ جس مکرم نے اس عاجز کو قابلِ خطاب سمجھکر اپنے ہاتھ سے چند سطور لکھنے کی زحمت گوارا فرمائی۔ مگر اس لحاظ سے بیحد مایوسی ہوئی کہ جس قدر آں مکرم نے سوالات کو اہم قرار دیا ہے ان کے جوابات دیئے جانے کو اتنی اہمیت نہیں دی۔ اگر برعایت اختصار کسی قدر اشارات ہی فرما دیتے تو باعثِ کمال شکرگذاری ہوتا۔ اور بہت ممکن تھا کہ خطرات و ہواجس کے لئے وہ قدرِ قلیل ہی تریاق ثابت ہوتا۔

آں مکرم نے مجھے ہدایت فرمائی تھی کہ میں سیرۃ النبی جلد سوم و چہارم اور خطبات مدراس آں مکرم کے مطالعہ کروں۔ اس کے متعلق عرض ہے۔ کہ خطبات مدراس تو مجھے تا حال نہیں مل سکے البتہ سیرۃ النبی جلد سوم و چہارم کا بالخصوص اور پنجم و ششم کا سرسری مطالعہ مَیں نے کر لیا ہے۔ اور چونکہ آنمکرم نے اس عاجز کی حوصلہ افزائی فرمائی ہے کہ مطالعہ کے بعد بھی اگر کوئی شکوک ہوں تو تحریر کرنے پر انکے رفع کرنیکی کوشش کی جاوے گی۔ اسلئے میں فی الحال چند ایک باتوں کے متعلق آپ کی خدمت میں عرض کرتا ہوں۔ امید ہے کہ جواب باصواب سے جلد سرفراز فرما کر عند اللہ ماجور و عند الناس مشکور ہوں گے۔ جزاکم اللہ تعالےٰ احسن الجزاء

سیرۃ النبی جلد سوم کے صـ۳۵ پر آں مکرم فرماتے ہیں :-

"لفظ خاتم کی دو قرأتیں ہیں مشہور قرأت تو خاتِم بکسر تا کی ہے (تفسیر ابن جریر) جسکے معنی ختم کرنیوالے اور بند کرنے کے ہیں۔ اور دوسری قرأت خاتَم کی ہے جس کے معنی ہیں وہ شے جس کے ذریعہ سے کوئی شے بند کی جائے۔ اور اس پر مُہر لگائی جائے۔ تاکہ وہ کھولی نہ جاسکے اور نہ اس کے اندر کوئی چیز باہر سے جاسکے۔ الغرض دونوحالتوں میں آیت پاک کا حاصل معنی ایک ہی ہوگا کہ آپؐ کا وجود پیغمبروں کے سلسلہ کو بند کرنیوالا

اور ان پر مُہر لگا دینے والا ہے کہ پھر آئندہ کوئی نیا شخص اس جماعت میں داخل نہ ہو سکے"

(۱) خاتم النبیین کی بحث میں لفظ خاتم کے یہ معنی جو آپ نے بیان فرمائے ہیں عربی فارسی اردو میں سے کونسی لغت کی رو سے ہیں۔ اگر ہر سہ زبانوں کی ایک ایک مثال نظم یا نثر میں کسی مسلمہ استاد کی اِن معنوں کی تائید میں تحریر فرمائیں تو باعث کمال شکر گذاری ہوگا۔

(۲) القرآن یفسر بعضہ بعضاً کے مسلمہ اصل کے ماتحت خاتم النبیین کے ان معنوں کی تائید میں زیادہ نہیں صرف ایک آیت قرآن کریم کی تحریر فرمائیں۔ بیحد نوازش ہوگی۔

(۳) علامہ شبلی رحمۃ اللہ علیہ نے موازنہ انیس و دبیر کے صفحہ ۲۹ پر تحریر فرمایا ہے:-

"جو لوگ اپنے تئیں دلی کی طرف منسوب کرتے تھے وہ ان الفاظ و محاورات کو وطن کی یادگار سمجھتے تھے چنانچہ غالب و ذوق جو خاتم الشعراء میں انکے ہاں وہ الفاظ بے تکلف ملتے ہیں جن کو شیخ ناسخ مدتوں سے چھوڑ چکے تھے"

علامہ شبلی کے متعلق افاداتِ مہدی کے صفحہ ۲۷۰ پر ایم مہدی حسن مرحوم لکھتے ہیں:-

"خاتم المصنفین شبلی نے ہمارے لئے کم و بیش پانچ ہزار صفحوں کا ذخیرہ ادب چھوڑا ہے"

آپ کے بیان فرمودہ معنی اور ان بزرگوں کے حوالجات میں استعمال شدہ خاتم کے معنی میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ یہ کیا قصہ ہے۔ براہ کرم اس پر مفصل روشنی ڈالکر ممنون فرمائیں۔

(۴) بخاری شریف جلد دوم صفحہ ۱۵۹ مطبوعہ مصر پر مندرجہ ذیل دو حدیثیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہیں:-

ا- "والذی نفسی بیدہ لیوشکن ان ینزل فیکم ابن مریم حکماً عدلاً فیکسر الصلیب و یقتل الخنزیر و یضع الجزیۃ و یفیض المال حتی لا یقبلہ احد حتی تکون السجدۃ الواحدۃ خیر من الدنیا و ما فیھا"

ب- "کیف انتم اذا نزل فیکم ابن مریم و امامکم منکم"

آیت خاتم النبیین کے بیان کردہ مفہوم اور بخاری شریف کی ان احادیث کے مفہوم میں جو اصح الکتب بعد کتاب اللہ کہلاتی ہے بُعد المشرقین ہے۔ اور چونکہ بمصداق "ما ینطق عن الھوی ان ھو الا وحی یوحی" ممکن نہیں کہ قرآن کریم اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صحیح حدیث

میں اختلاف ہو۔ اسلئے ہر دو کے درمیان توفیق بیان فرما کر عنداللہ ماجور ہوں۔

(۵) "وہ شے جس کے ذریعہ سے کوئی شے بند کی جائے" اپنے غیر کو بند کرتی ہے یا خود ہی بند ہو بیٹھتی ہے۔ یعنی کیا نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا وجود دوسرے انبیاء کو بند کرنیوالا ہے یا آپ خود بھی اُسی سلسلہ میں شامل ہو کر خاتم بمعنی مختوم ہو گئے ہیں۔

آں مکرمؓ نے جو مشورہ اس عاجز کو دیا ہے کہ "بہتر ہے کہ ان مباحث میں اعتراض و جواب و مباحث سے حتی المقدور پرہیز کیا جاوے اور دل کو وساوس سے پاک رکھا جاوے جس طرح مریض کو چاہیئے کہ حتی الوسع دوا سے پرہیز کرے۔ جب مجبوری ہو تو دوا کھائی جائے اور اس تدبیر سے ازالۂ مرض کیا جائے۔ یہی حال امراضِ قلبی کا بھی ہے"۔ افسوس ہے کہ مجھے اس سے بھی اتفاق نہیں۔ میرا خیال یہ ہے کہ اگر انسان مباحثہ کو دانستہ مجادلہ، مکابرہ اور مخادعہ کا رنگ نہ دیوے تو مباحثہ ازدیادِ علم کا بہترین ذریعہ ہے۔ نیز طبی اصول بھی یہی ہے کہ جونہی کہ جسم میں کسی قسم کی بیماری کے آثار ظاہر ہوں فی الفور کسی قابل حکیم یا ڈاکٹر کی طرف رجوع کرنا چاہیئے تاکہ مرض کی صحیح تشخیص اور بقول سعدی علیہ الرحمۃ ؎

"سرِ چشمہ شاید گرفتن بہ میل ✧ چو پر شد نشاید گزشتن بہ پیل"

اس کی جلدی روک تھام ہو سکے۔

امید ہے کہ آں مکرم اس عریضہ کو غور سے مطالعہ فرما کر اس کا مفصل جواب تحریر فرمائیں گے۔ اور چونکہ آپ نے اپنی زندگی حق کی اشاعت اور خدمتِ دین کے لئے وقف کر رکھی ہے اس بات کو ہرگز خاطر میں نہ لائیں گے کہ جواب پر کتنا وقت صرف ہوتا ہے یا کتنی محنت کرنی پڑتی ہے بلکہ ایک طالبِ حق کو سمجھانے میں ہر ممکن کوشش سے دریغ نہ فرمائیں گے۔ جزاکم اللہ تعالےٰ احسن الجزاء۔ خاکسار عطا محمد اورنٹیل ٹیچر۔ گورنمنٹ ہائی سکول امرتسر۔ مورخہ ۵ راکتوبر ۱۹۴۲ء

نقل کارڈ مورخہ ۱/۴۴ ۱۹

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ✧ نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

مکرمی جناب سید صاحب زادکم اللہ شرفاً و عزاً

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہٗ۔ خاکسار نے مورخہ ۵ راکتوبر ۱۹۴۲ء کو آنمکرم کی خدمت میں ایک عنوفہ متضمن بر چند ایک سوالات ارسال کیا تھا۔ اور سوالات آں مکرم کے بیان فرمودہ خاتم النبیین کے معنی اور دیگر بزرگوں مثلاً علامہ شبلی اور سید مہدی حسن صاحب البخاری شریف کی رو

حدیثوں کے مطابق اس لفظ کے مفہوم کے متعلق تھے مگر آج تک کہ ۱۹ ار تاریخ ہوگئی ہے۔ بندہ اس خط کے جواب سے محروم ہے۔ اس خط کے ذریعہ مکرر عرض ہے کہ اگر جواب تاحال زیر غور ہے، تو براہ کرم مجھے مطلع فرما دیں کہ کب تک مجھے اسکے جواب کی توقع رکھنی چاہئیے۔ اور اگر آپ انفرادی طور پر جواب دینے کی بجائے ان سوالات کو اپنے رسالہ معارف میں شایع کرکے جواب دینا پسند فرمائیں تو میں اسکی طباعت کے اخراجات بھی ادا کرنیکو تیار ہوں۔ اس صورت میں آپ بواپسی اطلاع دیں کہ کس ماہ کے رسالہ میں آپ جوابات شایع کرنیکا ارادہ رکھتے ہیں۔ اور کس قدر اخراجات ان سوالوں کے اندراج کیلئے مجھے ادا کرنا پڑینگے۔ اس صورت میں جوابات سے زیادہ سے زیادہ لوگوں کو مستفید ہونیکا موقع مل جائیگا۔ پس آپ بواپسی جواب دیں (۱) کب تک جوابات کے ملنے کی مجھے امید رکھنی چاہئیے (۲) کب اور کس رسالہ میں آپ سوالات شایع کرسکتے ہیں اور طباعت کے اخراجات کس قدر ہونگے۔ تاکہ میں وہ رقم پیشگی آپ کی خدمت میں ارسال کردوں۔

سید صاحب! ابھی تو میں نے بہت سے سوالات دریافت کرنے ہیں۔ آپنے اگر ایک ایک سوال کے جواب میں اس قدر تاخیر ہر دفعہ ضروری سمجھی تو مجھے جوابات کے حصول میں ایک عمر لگجائیگی۔ پس بللہ جواب جلدی دیں۔ خاکسار عطا محمد ٹیچر گورنمنٹ ہائی سکول امرتسر۔ ۱۹ اکتوبر ۱۹۴۴ء۔

نمبر ۱۸ الف دار المصنفین اعظم گڈھ مورخہ:

مکرم السلام علیکم

۱ و ۲ - آپ نے میری سیرۃ نبوی جلد سوم غور سے نہیں پڑھی ورنہ آپکو وہیں جواب مل جاتا میں نے کتاب کے حاشیہ پر لسان العرب اور صحاح جوہری اور اساس البلاغہ۔ زمخشری کا حوالہ دیدیا ہے اب اور کیا چاہئیے۔ پھر اسکے یعنی لفظ ختم کے استعمالات کی قرآنی آیتیں اور حدیثیں پیش کردی ہیں۔ اگر آپکو ان سے ہدایت نہیں ملی تو پھر میرے پاس کوئی دوسرا ذریعہ ہدایت کے پیش کرنیکا نہیں لسان العرب میں ہے ختم و طبع فی اللغة واحد وهو التغطية على الشيء والاستيثاق من ان لا يدخله شيء

والختم على القلب ان لا يفهم شيئا ولا يخرج منه شيء۔ اور خاتم وہ آخری چیز ہے جو کسی سلسلہ کو ختم کرے۔ خاتم الشيء آخره

قرآن پاک میں جہاں لفظ ختم آیا ہے بند کرنیکے علاوہ کوئی دوسرے معنی نہیں لئے گئے ہیں۔ آپ ایک ہی آیت اس کے خلاف پیش کیجئے۔

۳- آپنے اُردو کی جو دو مثالیں پیش کی ہیں، وہ ممکن ہے کہ متاخرین کے یہاں عربی میں بھی یہ استعمال مل جائے وہ بھی مبالغۃً آخرۃ کے معنی میں ہیں۔ اور مقصود کے لحاظ سے ایک ہی معنی رکھتے ہیں کہ مولانا شبلی کے نزدیک ذوق و غالب پر شاعری بند ہوگئی۔ اب اُنکے بعد شاعر نہ ہونگے۔ اور اسی طرح مہدی مرحوم نے مولانا شبلی کے متعلق یہی بات ظاہر کی ہے کہ اُن پر تصنیف بند ہوگئی، اور اب مصنف پیدا نہ ہونگے لیکن یہ بیان سراسر مبالغہ پر مبنی ہے۔ واقعہ نہیں ہے۔ مگر اُردو کے اصطلاح اور متاخرین کے مبالغہ آمیز لفظ سے قرآن کی تفسیر جہالت ہے۔

۴- بخاری کی روایت مذکورہ میں ابن مریمؑ کے نزول کی خبر ہے کسی نبی کی بعثت کی خبر نہیں۔ جو بعد المشرقین ہو۔ اختلاف آپکے فہم میں ہے قرآن و حدیث میں نہیں۔

۵- پانچویں سوال کا مفہوم صاف نہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم وہ ذات اقدس ہیں جنکے ذریعہ سے یا جنپر انبیاء علیہم السلام کی بعثت کا سلسلہ ختم کر دیا گیا یعنی بند کر دیا گیا۔ اِن دونوں مفہوموں میں تو کوئی اشکال نہیں۔

اگر آپ کو اِن مباحث پر مزید تحقیق منظور ہو تو مولانا انور شاہ صاحب کشمیری کی کتاب ختم نبوت پر ملاحظہ فرمائیں۔ کتاب کا نام خاتم النبیین ہے۔ دوسرا رسالہ مولانا فتح محمد صاحب کا ہے بنام ختم نبوت۔ نیز رسالہ ختم نبوت مفتی محمد الدین صاحب گجرات و محمدیہ پاکٹ بک عبداللہ معمر بھی ملاحظہ ہو۔ وغیرہ۔

غرض اِن تمام مسائل پر علماء نے اتنی بحثیں کر دی ہیں کہ انکو دوبارہ چھیڑنا تضیعِ وقت کے سوا کچھ نہیں۔ آپ بھی کسی مفید شغل میں اپنا وقت صرف کریں۔ اِن فضول مباحث سے کچھ حاصل نہیں جنکو مدعیانِ قادیان نے پیدا کیا ہے۔ پھر آپکے شہر میں مولانا ثناء اللہ صاحب موجود ہیں' اُن سے تشفی حاصل کر لیا کریں۔ والسلام سید سلیمان۔ ۳ر ذیقعدہ ۱۳۶۳ھ۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم - نحمدہٗ و نصلی علی رسولہ الکریم

مکرم بندہ جناب سید صاحب

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہٗ۔ آنمکرم کا نوازش نامہ بڑی انتظار کے بعد مؤرخہ یکم نومبر ۱۹۴۴ء کو ملا۔ یاد آوری کا بیحد شکریہ۔ آپنے شکوہ فرمایا ہے کہ میں نے آپکی سیرت النبی جلد سوم غور سے نہیں پڑھی۔ اور مجھے یہ گلہ ہے کہ آپنے میرے نیاز نامہ کو غور سے مطالعہ نہیں فرمایا۔ میں نے عرض کیا تھا کہ "خاتم النبیین" کی ترکیب میں لفظ "خاتم" کے یہ معنی عربی فارسی اُردو میں سے کونسی لغت کے

لغت سے ہیں۔ اور ظاہر ہے کہ میری مراد لغت سے وہ زبان ہے جو عملی رنگ میں بولی اور سمجھی جاتی ہے نہ کہ لغت کی کتب۔ کیا لسان العرب اور صحاح جوہری اور اساس البلاغہ کا نام لغت عرب ہے۔

پھر افسوس بالائے افسوس یہ ہے کہ معنی تو میں آپ سے خاتم النبیین کے دریافت کر رہا ہوں، اور آپ مثالیں ختم اور طبع اور ختم علی القلب کی فرمانے لگ گئے ہیں۔ کیا قرآن کریم میں ختم اللہ علی النبیین لکھا ہے۔ کہ آپ یہ مثالیں دے رہے ہیں۔ کیا قرآنی ترکیب یعنی خاتم کا لفظ مضاف ہو اور ایک قوم یا جماعت مضاف الیہ ہو کوئی انوکھی ترکیب ہے۔ جو صرف قرآن کریم میں پہلی دفعہ وارد ہوئی ہے۔ اور عرب لوگ اس ترکیب سے بالکل ناآشنا ہیں۔ کیا عربی، فارسی، اردو میں خاتم کا لفظ مجددین، محدثین، شعراء، مصنفین کی طرف مضاف کر کے لوگ خاتم المجددین، خاتم المحدثین، خاتم الشعراء، اور خاتم المصنفین نہیں لکھتے اور نہیں بولتے۔ اور جب لکھتے بھی ہیں اور بولتے بھی تو سمجھنے والے اس سے کیا سمجھتے ہیں۔ میری پیش کردہ دو مثالوں کے متعلق خود آپ نے تسلیم کر لیا ہے کہ ان مثالوں میں خاتم الشعراء و خاتم المصنفین کا مفہوم سراسر مبالغہ پر مبنی ہے۔ واقعہ نہیں ہے۔" کیا یہی معنی خاتم النبیین میں نہیں لئے جا سکتے ؟ کہ اللہ تعالےٰ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کمالاتِ نبوت میں مبالغہ فرماتا ہے۔ مگر یہ امر واقعہ نہیں کہ آنحضرت صلعم کے بعد نبوت بند ہو گئی۔ اس بات کا کہ آنمکرم کا بیان فرمودہ مفہوم منشائے متکلم کے صریح برخلاف ہے ایک مزید ثبوت یہ بھی ہے کہ متکلم (اللہ تعالےٰ) نے اپنی کتاب عزیز میں یہی مفہوم دو جگہ بیان فرمایا ہے مگر دونوں جگہ اسلوب بیان ایک ہی اختیار فرمایا ہے۔ دیکھو سورۂ جن وظنوا کما ظننتم ان لن یبعث اللہ احداً۔ اور سورۂ مومن قلتم لن یبعث اللہ من بعدہ رسولاً۔ پس اگر خاتم النبیین کا مفہوم وہی ہوتا جو آپ نے بیان کیا ہے تو قرآنی اسلوب بیان میں اُسے اللہ تعالیٰ یوں ادا فرماتا۔ لن یبعث اللہ من بعد محمدٍ رسولاً۔ فافہم وکن من المفکرین المتمعنین!

پھر آپ فرماتے ہیں کہ قرآن پاک میں جہاں لفظ ختم آیا ہے بند کرنے کے علاوہ کوئی دوسرے معنی نہیں لئے گئے ہیں۔ آپ ایک ہی آیت اسکے خلاف پیش کیجئے۔ اسکے جواب میں بندہ عرض کرتا ہے کہ عربی زبان میں صلہ اور ترکیب کے اختلاف سے (بلکہ ہر زبان میں) معنوں میں زمین و آسمان کا فرق پڑ جاتا ہے۔ چونکہ قرآن کریم میں ختم کا لفظ علیٰ کے صلہ کیساتھ آیا ہے اسلئے معنے بند کرنیکے ہو گئے ہیں۔ مگر موجودہ ترکیب میں ختم کا لفظ تو نہیں۔ نہ علیٰ کا صلہ ساتھ ہے کہ بند کرنیکے

معنی لئے جائیں۔

پس "خاتم النبیین" کے معنی کرتے ہوئے ختم بمعنٰی علیٰ کے معنی کرنا قرآن کی ایسی تفسیر کرنا ہے جو تفسیر القول بما لا یرضٰی بہ قائلہٗ کی مصداق ہے۔ بالفاظِ دیگر ہم اپنے عقیدہ کے مطابق قرآن کریم کی تفسیر کرنیوالے ہوں گے نہ کہ قرآن کے مطابق اپنا عقیدہ بنانیوالے۔

قبلہ سیّد صاحب! غلط مبحث نہ فرمائیں اور ذرا غور و فکر سے کام لیکر جواب عطا فرمائیں۔ اور نیز اس بات کا بھی خیال رکھیں کہ قرآن اپنی تفسیر آپ کرتا ہے۔ لہٰذا خاتم النبیین کے بیان کردہ مفہوم کی مؤید صرف ایک آیت قرآن کریم کی تحریر فرمائیں ممنون ہونگا۔

پھر آنمکرم نے فرمایا ہے کہ "ابن مریمؑ کے نزول کی خبر ہے کسی نبی کی بعثت کی خبر نہیں جو بُعد المشرقین ہو۔ اختلاف آپکے فہم میں ہے قرآن و حدیث میں نہیں۔" اسکے متعلق صرف اسقدر عرض ہے کہ کیا یہ وہی ابن مریمؑ ہے جس کا قرآن میں ذکر ہے یا یہ کوئی اور صاحب ہیں۔ اگر یہ وہی ابن مریمؑ ہے جس کا قرآن کریم میں ذکر ہے اور جس کا نام عیسٰی اور مسیحؑ بھی ہے تو وہ تو رسولاً الیٰ بنی اسرآئیل تھے۔ خاتم النبیینؐ کے بعد اس ابن مریمؑ کے نزول کی کیا ضرورت ہے اور اگر کوئی اور صاحب ہیں تو ان کے متعلق بھی مفصل تحریر فرما کر ممنون فرمائیں۔

نیز یہ بھی تحریر فرمائیں کہ اِس ابن مریم کے نزول کی قرآن کریم میں کہاں خبر دی گئی ہے۔ تا معلوم ہوسکے کہ خاتم النبیین کے بیان کردہ مفہوم اور بخاری شریف کی روایت میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ اور کیا اس ابن مریمؑ کا آپ معارف مارچ ۱۹۳۰ء میں جنازہ نہیں پڑھ چکے۔ پھر آنیوالا ابن مریمؑ اور کون ہے؟

جس دن سے آپ کا نوازش نامہ موصول ہوا ہے مَیں اُسی دن سے جواب لکھ رہا ہوں چونکہ وہ جواب قریباً اِسی قلم اور اِسی سائز کے پچاس صفحہ تک پہنچ گیا ہے۔ رات مجھے خیال آیا کہ شائد وہ جواب آپ طول طویل سمجھکر پڑھنے کی تکلیف ہی گوارا نہ فرمائیں۔ اِس خوف سے مَیں نے مناسب سمجھا کہ فی الحال جو باتیں زیادہ قابلِ تشریح ہیں اُنہیں کے متعلق آنمکرم سے دریافت کر لیا جائے۔ مَیں اِس بات سے بھی ڈرتا ہوں کہ کہیں آپ ناراض ہی نہ ہو جائیں اور سلسلہ خط و کتابت کا بند ہی نہ کر دیں۔ اسلئے مختصر خط پر اکتفا کرتا ہوں۔ اور پھر عاجزانہ درخواست کرتا ہوں کہ آپ اس عاجز کو سمجھانے کے لئے ذرا کسی قدر تفصیل سے کام لیں۔ مجھے اِدھر اُدھر کے حوالے نہ دیں۔ میں آپ سے بوجہ غائبانہ محبت رکھنے کے صرف آپ ہی کی طرف سے تسلی اور تشفی کا سامان چاہتا ہوں۔ و بس امید ہے

کہ آپ مجھے محروم نہ رکھیں گے۔ جواب کے ہمراہ اگر اصل خط سابق کی طرح واپس فرمائیں تو باعث کمال شکر گذاری ہوگا۔ نیز جواب جلد جلد عطا فرمایا کریں۔ دیر ہوجانیسے دل گھٹنے لگتا ہے۔ میں آپ سے معافی کا خواستگار ہوں کہ ایک خیال کی بناء پر جواب میں اس قدر تاخیر ہوگئی۔ آئندہ انشاء اللہ محتاط رہوں گا۔ وباللہ التوفیق۔ والسلام۔ عاجز عطا محمد اورنٹیل ٹیچر گورنمنٹ ہائی سکول امرتسر۔

مورخہ ۱۴ر نومبر ۱۹۴۴ء

مکرم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ

خیر معلوم ہوا کہ خاتم النبیین کے معنی بند کرنیکے بیان کا جو مطالبہ کہ لغت کی رو سے تھا اس لغت سے آپکی مراد لغت کی کتاب نہیں بلکہ لغت بمعنی زبان ہے تو عرض ہے کہ ختم کے معنی بند کرنیکے عربی لغت[1] ہی میں ہیں۔ جیسا کہ عربی سے منقول ہو کر اردو اور فارسی میں بھی ختم کے معنی بند کرنیکے اور آخر ہونیکے ہوتے ہیں۔ مہر کو بھی اسی لئے ختم کہتے ہیں کہ وہ آخر میں اس علامت کیلئے کر دی جاتی ہے تاکہ یہ معلوم ہو کہ یہ چیز بند ہی رہی کھولی نہیں گئی ہے۔

آپنے ختم علی الشیء[2] اور ختم الشیء یعنی بصلۂ علی اور بغیر صلۂ علی کا فرق جو نکالا ہے اس سے اتنا معلوم ہوا کہ "ختم علی الشیء" کے معنی بند کرنیکے آپکو تسلیم ہوگئے۔ بحمد اللہ۔ اب آپکو شک ہے کہ بلا صلۂ علی کے یہ معنی عربی میں ہیں یا نہیں، سو انشاء اللہ آپ کی یہ غلطی بھی رفع ہو جائیگی، بشرطیکہ نیت صحیح ہو اور عناد[3] نہ ہو۔ اب اس سلسلہ میں یہ عرض ہے کہ عربی زبان میں بغیر صلۂ علی جب ختم کا لفظ یا اس کا کوئی مشتق استعمال ہوا ہے تو سوائے بند کرنیکے اور اسکی مناسبت سے بمعنی دوم آخر کے معنی کے دوسرے معنی نہیں آتے۔ گو میرا یہ دعویٰ منفی میں ہے اور نافی کو دلیل کی ضرورت نہیں ہوتی۔ دلیل آپ کو اپنے معنی کے اثبات کیلئے دینا چاہیئے۔ تاہم میں تبرعاً دلیل پیش کرتا ہوں۔ لیجئے قرآن پاک میں ہے "ختامہ مسک"۔ آپ اپنے معنی کرکے دیکھئے، میرے معنی تو ظاہر ہیں۔ اور حدیث شریف میں بھی ہے "ختم بی النبیون" کہئے یہاں تو علی نہیں ہے اور میرے معنی واضح و لائح ہیں کہ حضور کے بعد نبیوں کا سلسلہ بند ہوگیا۔ اب کتب لغت عربی ملاحظہ فرمائیے۔

میں اپنے ثبوت کیلئے عربی زبان کا مشہور لغت "لسان العرب" کے اقتباسات پیش کرتا ہوں۔

"ختم فلان القرآن اذا قرأہ الی آخرہ وقال ابن سیدہ ختم الشیء یختمہ ختماً بلغ آخرہ وختم اللہ لہ بخیر وخاتم کل شیء

[1] دیکھئے لفظ خاتم مذمت کیساتھ آیا اور معنی آخر کے ہیں۔ کیونکہ آخر سلسلہ کو بند کرتا ہے۔

وخاتمتهٗ ، عاقبتهٗ و اٰخره و اختتمت الشیٔ نقیض افتتحهٗ

وخاتم السورة اٰخرھا وقوله انشده الزجاج ع

ان الخلیفة ان الله سربله ⁘ سربال ملک به ترجی الخواتیم

انما جمع خاتمًا علی خواتیم اضطرارًا ، وختام کل مشروب

اٰخرهٗ وفی التنزیل العزیز "ختامه مسک" ای اٰخرهٗ ، لان اٰخر

مایجدونه رائحة المسک وقال علقمة ای خلطه مسک

الم تر الی المرأة تقول للطیب خلطه مسک خلطه کذا

وقال مجاهد معناه مزاجه مسک وھو قریب من

قول علقمة ، وقال ابن مسعود عاقبته طعم المسک

وقال الفراء قرء علیؓ علیه السلام خاتمهٗ مسک ، وقال اما

رأیت المرأة تقول للعطار اجعل لی خاتمه مسکًا ترید

خاتمه قال الفراء والخاتم والختام متقاربان فی المعنی الا

ان الخاتم الاسم والختام المصدر وقال الفرزدق ع

فبتن جنابتیّ مصرّعاتٍ ⁘ وبتّ افضّ اغلاق الختام

اس مصرعہ کو خاص طور سے پڑھیے

قال ومثل الخاتم والختام قولک للرجل ھو کریم الطابع و

الطباع وقال تفسیره ان احدھم اذا شرب وجد اٰخر

کأسه ریح المسک وختام الوادی اقصاه ، وختام القوم

خاتمھم وخاتمھم اٰخرھم"

(دیکھیے خاتم مضاف جماعت کی طرف ہے اور اسکے معنی آخر کے ہیں جو سلسلہ کو بند کرے)

عن اللحیانی ومحمد صلی الله علیه وسلم خاتم الانبیاء علیه

وعلیھم السلام" التھذیب" والخاتم والخاتم من اسماء النبی

علیه السلام وفی التنزیل ماکان محمد ابا احد من رجالکم

ولٰکن رسول الله وخاتم النبیین ای اٰخرھم"

ان اقتباسات میں آیات، اشعار اور لغات و محاورات سب ہیں جن کا مطالبہ آپ نے اپنے خط میں کیا ہے۔ اب آپ اپنے معنی کے ثبوت میں کوئی قرآن کی آیت، کوئی حدیث، کوئی متقدم جاہلی یا اسلامی عربی شعر، کوئی عربی لغت یا مستند تفسیر کی کتاب پیش کریں۔ اللہ تعالیٰ کے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین بطور مبالغہ خلاف واقعہ اور در اصل جھوٹ کہنے کا عقیدہ جیسا کہ آپ بتاتے ہیں اہل قادیان ہی کو مبارک ہو۔ اس سے تو معلوم ہوا کہ حضورؐ کے کمالات تامہ کا عقیدہ بھی آپ کے نزدیک واقعہ نہیں بلکہ بطور مبالغہ کے ہے۔ جو در اصل خلاف واقعہ ہوتا ہے جیسا کہ زید کو مبالغۃً اسد کہنا خلاف واقعہ ہے۔ باقی غیر متعلق باتوں کے جواب سے احتراز کیا گیا ہے ——— ابن مریم پر بحث اس کے بعد ہوگی اور معلوم ہوگا کہ آپ کے ابن مریم کا جنازہ نکلا یا میرے۔ ذرا معارف کا محولہ مضمون پڑھ لیں۔

سید سلیمان ندوی ۱۱ ذی الحجہ ۱۳۶۳ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم - نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

کرمی سید صاحب مدظلہ العالی!

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ۔ آنمکرم کا نوازش نامہ بڑی دیر کے بعد مؤرخہ ۴ دسمبر ۱۹۴۴ء کو موصول ہو کر باعث اعزاز ہوا۔ یاد آوری کا تہ دل سے شکریہ۔ نہایت ہی افسوس کا مقام ہے کہ آپ نے تکلیف بھی اٹھائی مگر میرے سوالات کا جواب بھی عطا نہ فرمایا۔ اور جس غلطی کی طرف میں نے آپ کی توجہ مبذول کرائی تھی اس کا اعتراف کر لینے کے باوجود پھر وہی نقل نویسی آپ نے شروع فرما دی۔ باوجود میرے صاف طور پر عرض کر دینے کے کہ لسان العرب، صحاح جوہری اور اساس البلاغہ کا نام لغت عرب نہیں ہے۔ پھر آپ نے لسان العرب کا طویل طویل اور بے تعلق اقتباس درج کر دیا ہے۔ حالانکہ اس کا نہ میں نے مطالبہ کیا تھا نہ اس کا کوئی فائدہ ہے کیا اس سے صاف طور پر معلوم نہیں ہوتا کہ آپ کے پاس لسان العرب کے سوا اور کچھ نہیں ہے۔

قبلہ سید صاحب! آپ کو اسی خدا کی قسم ہے۔ جس کا نام لینے پر آپ کے نانا جان (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم) بھی غور سے بات سننے کے لئے متوجہ ہو جایا کرتے تھے۔ کہ اس عاجز کی مندرجہ ذیل تین گزارشات ہیں ان کو بغور ملاحظہ فرمائیے اور تقویٰ اللہ کو مدنظر رکھ کر ان کا جواب دیجئے۔

۱۔ اگر آپ کے نزدیک القرآن یفسر بعضہ بعضاً کا اصل مسلم ہے تو خاتم النبیین کے

بیان کردہ مفہوم کی صرف ایک آیت قرآن کریم کی تحریر فرمائیں۔ اور اگر اس مفہوم کی کوئی ایک آیت بھی قرآن کریم میں نہیں ہے تو ارشاد باری تعالیٰ قولوا قولاً سدیدا کی تعمیل میں مومنانہ صاف دلی سے اقرار فرمایئے کہ اِس مفہوم کی کوئی آیت قرآن پاک میں نہیں ہے۔ آخر آپ نے رسالہ معارف میں اس سال اپنے بعض معتقدات سے رجوع فرمایا ہے۔ اگر اس رجوع میں للّٰہیت مدنظر تھی تو اس میں بھی کوئی دُنیوی غرض مدنظر نہیں ہے۔ اور اگر آپ کے نزدیک یہ اصل مسلّم نہیں ہے تو بھی صاف طور پر تحریر فرمائیں کہ مجھے یہ اصل مسلّم نہیں ہے۔

(۲) قرآنی ترکیب یعنی خاتم کا لفظ ایک قوم یا جماعت کی طرف مضاف ہو۔ عربی، فارسی، اُردو زبان میں کسی متکلم نے نظم یا نثر میں کوئی فقرہ بولا ہو اور اس کا مقصد وہ مفہوم بیان کرنا ہو جو آپ نے سیرۃ النبی میں لیا ہے اور مخاطب نے بھی وہی مفہوم سمجھا ہو جو آپ لوگوں کو سمجھانا چاہتے ہیں۔ ختم اور ختام اور خاتمہ اور ختم علی القلب اور طبع میں سے کوئی ایک بھی درکار نہیں ہے۔ کیونکہ قرآن کریم کے متنازعہ فیہ مقام میں ان میں سے کوئی بھی نہیں ہے۔ نہ لسان العرب کی نقل نویسی درکار ہے کسی متکلم کا کلام ہو جو اس نے عملی رنگ میں تحریراً یا تقریراً کسی سے کیا ہو۔ اس کے سامنے ایک یا زیادہ مخاطب ہوں مفہوم آپ کا بیان کردہ ہو اور سمجھنے والوں نے بھی وہی مفہوم سمجھا ہو

(۳) اگر خاتم النبیین کا مفہوم وہی ہے جو آپ نے سیرۃ النبی میں بیان فرمایا ہے، تو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے جو ابن مریمؑ کے نزول کی پیشگوئی فرمائی ہے اس سے قرآن کریم اور حدیث صحیح میں شدید اختلاف لازم آتا ہے۔ کیونکہ خاتم النبیین کے معنی تو آپ یہ کرتے ہیں کہ حضورؐ پر نبیوں کا سلسلہ ختم ہوگیا۔ اب نہ کوئی نیا شخص اس سلسلہ میں داخل ہوسکتا ہے نہ کوئی اس میں سے باہر نکل سکتا ہے۔ مگر باوجود نبوت کا دروازہ اس سختی سے بند کرنے کے ابن مریم کے لئے پھر بھی ایک کھڑکی کھلی رکھ لیتے ہیں۔ میرا مطالبہ یہ ہے۔ کہ جب نبوت کا سلسلہ بند ہی ہوگیا تو پھر ابن مریمؑ کے آنے کی ضرورت ہی کیا ہے۔ اور نیز خاتم النبیین کی ترکیب میں وہ کونسا لفظ ہے جس سے ابن مریم کے نزول کا مفہوم مستنبط ہوتا ہے۔ اور نیز اس صورت میں جو اختلاف قرآن کریم اور صحیح حدیث میں لازم آتا ہے اسکے رفع کی صورت کیا ہے۔ یہ ہیں میرے تین بنیادی مطالبے ان کا جواب قرآن و حدیث کی روشنی میں دیجے۔ اور تقویٰ اللہ کو مدنظر رکھکر دیجئے ؎

ہر اک نیکی کی جڑ یہ اتقا ہے + اگر یہ جڑ رہی سب کچھ رہا ہے۔

اور آپ کا یہ فرمانا کہ "ابن مریمؑ کے نزول کی خبر ہے کسی نبی کی بعثت کی خبر نہیں جو اختلاف ہو صرف

ضد کی وجہ سے اور اپنے پرانے بے بنیاد خیال کی بیجا حمایت کی وجہ سے ہے ورنہ آپ بھی خوب جانتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس ابن مریم کو مسلم شریف میں چار دفعہ نبی اللہ کے لقب سے یاد فرمایا ہے۔ اگر پہلے معلوم نہ ہو تو اب مسلم شریف لائبریری سے منگوا کر حوالہ دیکھ لیجئے اور اپنی تسلی کر لیجئے۔

مجھے آپکی عالمانہ شان سے یہ امید نہیں کہ آپ بار بار لسان العرب سے ختم اور ختام اور اس کے مشتقات کے بے تعلق معانی کی نقل فرمائیں گے کیونکہ یہ الفاظ ایسے نہیں ہیں کہ صرف آپ ہی کی باریک بین نگاہیں ان کا کھوج لگانے میں کامیاب ہوئی ہوں! اور نعوذ باللہ خدا کی نظر سے یہ سب الفاظ اوجھل ہی رہ گئے ہوں۔ اور مجھے پختہ یقین ہے کہ ایسی کتاب میں جس کی فصاحت و بلاغت کے سامنے عرب و عجم کے فصحا و بلغاء کج مج لسان اور ژولیدہ بیان ہو کر رہ گئے۔ آپ مسلمان کہلا کر اس بیسویں صدی میں یہ تحریف کرنے کی ہرگز جرأت نہ کریں گے کہ قرآن میں تو لکھا ہوا ہو خاتم اور آپ محض اپنے فاسد عقیدہ کی تائید کی خاطر لسان العرب کا تارِ عنکبوت سے بھی کمزور سہارا لیکر ختم اور ختام اور خاتمہ وغیرہ کی گردان شروع کر دیں۔ اور دل میں یہ سمجھ لیں کہ ہم نے تحقیق و تفتیش کے سب مراحل طے کر لئے ہیں۔

آپ کی یہ عبارت میرے لئے کچھ کم تعجب کا موجب نہیں کہ جس قرآن کی ایک ایک حرکت ایک ایک شعشہ ایک ایک لفظ کے نیچے ہزاروں لاکھوں خزانے حکمت کے پوشیدہ ہیں آپ بجائے ان حکمتوں کو غور و خوض کر کے معلوم کرنے کے ایسا طریق اختیار فرما رہے ہیں، گویا آپ خدا کو بھی عربی پڑھانا چاہتے ہیں۔ اور معاذ اللہ آپکے عجز کی اس سے زیادہ کھلی دلیل اور کیا ہو سکتی ہے کہ میں معنی تو آپ سے خاتم کے پوچھ رہا ہوں اور آپ نہایت بیکسی کی حالت میں فرماتے ہیں "عربی زبان میں [illegible] جب ختم کا لفظ یا اس کا کوئی مشتق استعمال ہوا ہے تو سوائے بند کرنے اور اسکی مناسبت سے معنی دوم آخر کے معنی کے دوسرے معنی نہیں آتے۔ گو میرا یہ دعویٰ نفی میں ہے اور نافی کو دلیل کی ضرورت نہیں ہوتی۔ دلیل آپکو اپنے معنی کے اثبات کے لئے دینا چاہئے۔ تاہم میں تبرعاً ایک پیش کرتا ہوں لیجئے قرآن پاک میں ہے وختامہ مسک" انا للہ و انا الیہ راجعون۔

اے چھوٹے سید بادشاہ! کیا "خاتم النبیین" اور "ختامہ مسک" میں کوئی معنوی جوڑ بھی ہے؟ کیا آپکے دل میں خدا کا کچھ بھی خوف نہیں۔ آخر یوم حساب آنیوالا ہے اور محاسبہ اعمال کیلئے اس ملیک مقتدر کے سامنے اعظم گڑھ کے لوگ بھی پیش ہونگے یا نہیں۔

جس حالت میں خود لسان العرب والا حیران ہے کہ ختام کے معنی کیا ہیں اور علقمہ اور مجاہد اور ابن مسعود کی کاسہ لیسی کر رہا ہے۔ اور پھر تینوں کے معنی ایک دوسرے سے مختلف ہیں اور خود ان کا آپس میں اتفاق نہیں۔ کوئی خلط بتاتا ہے کوئی مزاج کہتا ہے کوئی ختام کو خاتم بتلاتا ہے تو کیا آپ کا فرض نہیں کہ آپ اپنی خداداد عقل سے بھی کام لیں اور اس ریت کی بنیاد پر اپنے ان نازک **اعمال وعقائد** کی عمارت تعمیر نہ کریں جو بعد مرنے کے سعادت ابدی یا شقاوت ابدی کا موجب ٹھیرینگے۔ اور ان اوہام وخیالات پر ہرگز نہ بیٹھے رہیں جن کی حقیقت کی ایک بھی دلیل آپکے ہاتھ میں نہیں ہے۔ باقی آپنے مجھ سے جو مطالبہ فرمایا ہے کہ میں اس معنی کی تائید میں کوئی حدیث نبوی یا کلام جاہلی یا اسلامی عربی شعر کوئی عربی لغت یا مستند تفسیر کی کتاب پیش کروں۔ اسکے متعلق نہایت ہی اختصار سے عرض پرداز ہوں :-

۱۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جن پر قرآن نازل ہوا خاتم النبیین بمعنی بند کرنیوالا نہ سمجھتے تھے کیونکہ حضور نے اس آیت کے نزول کے پانچ سال بعد اپنے لخت جگر حضرت ابراہیم علیہ السلام کی وفات پر فرمایا۔ ان لہ مرضعۃ فی الجنۃ ولو عاش لکان صدیقاً نبیاً۔ (دیکھو ابن ماجہ جلد اول صفحہ ۲۳۲ مطبوعہ مصر) اگر خاتم النبیین کا وہی مفہوم ہوتا جو آپنے سیرۃ النبی میں لیا ہے تو وہ افصح العرب والعجم ہرگز نہ فرماتے۔ بلکہ اس کی بجائے یوں فرماتے۔ ولو عاش ما کان نبیاً لانی خاتم النبیین لا نبی بعدی۔ یعنی اگر یہ لڑکا زندہ بھی رہتا تب بھی نبی نہ ہو سکتا کیونکہ میں خاتم النبیین ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں۔

۲۔ حضور ابن مریمؑ کے نزول کی پیشگوئی ہرگز نہ فرماتے کیونکہ جب سلسلۂ نبوت بقول سید سلیمان صاحب ندوی بند ہی ہو گیا تو پھر ابن مریمؑ کے آنیکی ضرورت ہی کیا رہی۔ اور یہ کہاں لکھا ہے کہ نیا تو نہیں آئیگا مگر پرانے نبی آتے رہیں گے! اور کیا اس سے پہلے کبھی ایسا ہوا کہ خدا نے کوئی پرانا نبی بھیجا۔ کیا مسیح ابن مریم نعوذ باللہ خدا سے اتفاقاً بن گیا کہ پھر ویسا شخص بنانے پر وہ قادر نہیں۔ کہ اُسے سنبھال کر رکھ چھوڑا ہے تا جب نبیوں کا سلسلہ بند ہو جاوے تو اس غریب کو دوبارہ دُنیا میں بھیج کر دشمنوں کی لعن طعن اور زجر و مدر کا مرمیٰ بنایا جاوے۔

۳۔ اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا جو فہم قرآن میں ید طولیٰ رکھتی تھیں اور جنکے گھر میں اور جنکی گود مبارک میں قرآن نازل ہوتا تھا وہ اس ترکیب کا یہ مفہوم نہ سمجھتی تھیں چنانچہ آپ صاف فرماتی ہیں)۔ قولوا انہ خاتم النبیین ولا تقولوا لا نبی

بعدہٗ (تفسیر در منثور جلد ۵ ص۲۰۴) یعنی اے لوگو! خاتم النبیین تو کہو مگر یہ نہ کہو کہ آپ کے بعد نبی کوئی نہیں۔

کیا جو شخص حضورؐ کو اپنی ماں سمجھتا ہے اور اُسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد بھی معلوم ہے کہ الجنۃ تحت اقدام امہاتکم وہ حضورؐ کے اِس صریح ارشاد سے سرتابی کر سکتا ہے؟

۴۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین جو نورِ نبوت سے بلا واسطہ فیض پانیوالے تھے۔ اِس ترکیب کا یہ مفہوم نہ سمجھتے تھے۔ چنانچہ اسی درمنثور میں امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

عن الشعبی قال قال رجل عند المغیرۃ ابن شعبہ صلی اللہ علی محمد لا نبی بعدہٗ۔ فقال المغیرۃ حسبک اذا قلت خاتم النبیین فانا کنا نحدث ان عیسیٰ علیہ السلام خارج۔ فان خرج فقد کان قبلہ وبعدہٗ یعنی شعبی جو کبار تابعین میں سے ہیں روایت کرتے ہیں۔ کہ مغیرہؓ کے پاس ایک شخص نے کہا جناب محمدؐ پر اللہ تعالےٰ کا درود ہو۔ آپؐ خاتم النبیین ہیں اور آپؐ کے بعد کوئی نبی نہیں۔ حضرت مغیرہؓ فرمانے لگے۔ تجھے خاتم النبیین کہنا کافی ہے۔ لا نبی بعدی کہنے کی ضرورت نہیں۔ کیونکہ ہم آنحضرتؐ کے عہد مبارک میں کہا کرتے تھے کہ حضرت ابن مریمؑ مبعوث ہونیوالے ہیں۔ جب وہ مبعوث ہوں گے تو آنحضرتؐ کے بعد وہ نبی ہوں گے"۔

کیوں جی قبلہ سلیمان صاحب! آپ کو یہ تو معلوم ہی ہوگا کہ یہ مغیرہؓ کون صاحب ہیں یہ وہی حضرت مغیرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ ہیں جو صلح حدیبیہ کے وقت خود پہنے، زرہ بکتر لگائے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے پہرہ پر مامور تھے۔ فرمایئے ان کے مقابلہ میں ایک سلیمان ندوی، اور لسان العرب چھوڑ ہزار سلیمان ندوی اور لسان العرب کی بھی کوئی حقیقت ہے؟ مومن انسان کے نزدیک تو معاملہ صاف ہے۔ ہاں کوئی جان بوجھکر سرتابی کرے تو اور بات ہے۔ خاص کر ایسی حالت میں کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا صریح ارشاد بھی موجود ہے۔ اصحابی کالنجوم بایہم اقتدیتم اھتدیتم یعنی میرے صحابہؓ ستاروں کی مانند ہیں جس کسی کی تم پیروی کروگے ہدایت پا جاؤ گے۔

۵۔ جن کو آپ سیرۃ النبی میں عارف رومؒ کے معزز لقب سے یاد کرتے ہیں وہ فرماتے ہیں ؎

بہر ایں خاتم شد است او کہ بجود ✽ مثل او نے بود و نے خواہند بود

چونکہ در صنعت برد استاد دست ✽ نے تو گوئی ختم صنعت بر تو ہست

فرمائیے! کچھ آیا سمجھ شریف میں کہ عارفِ روم خاتم اور ختم کے کیا معنی فرماتے ہیں؟ اور سنیئے!

۶۔ انوری کہتا ہے :-

بادشاہے چوں غیاث الدین گدا چوں انوری ✧ مادر دوراں نزاید زیر چرخ چنبری
چوں شجاعت بر علی بر مصطفےٰ پیغمبری ✧ بر تو سلطانی است ختم و برمن مسکین سخن

۷۔ سعدی کہتا ہے اور مولانا شبلی اپنے قلم حقائق رقم سے شعر العجم میں تحریر فرماتے ہیں :-

"سعدی کو غزل کا استاد مانا گیا ہے۔ لوگوں کا خیال تھا کہ وہ رزم اچھی نہیں لکھ سکتے ؎

دریں شیوہ زہد و طامات و پند ✧ کہ فکرش بلیغ است و رایش بلند
کہ ایں کار ختم است بر دیگراں ✧ نہ در خشت و کوپال و گرز گراں"

۸۔ وفیات الاعیان میں لکھا ہے :-

فجمع القریض بخاتم الشعراء ✧ وغدیر روضتها حبیب الطائی

۹۔ اور سنیئے!:-

طوق الرسالة تاج الرسل خاتمهم ✧ بل زينة لعباد الله كلهم

۱۰۔ آں مکرم نے خاتم الشئی اٰخرہٗ بھی تحریر فرمایا ہے۔ مگر میں حیران ہوں کہ آپ لوگ ہمیں پڑھاتے وقت اور اپنی پرائیویٹ تحریر و تقریر میں تو وہی معنی کرتے ہیں جو عام طور پر بولے اور سمجھے جاتے ہیں۔ مگر دینی طور پر مسئلہ پوچھا جاوے تو پھر کسی مصلحت کے ماتحت دبی مولویانہ ایچا پیچی شروع کر دیتے ہیں۔ سنیئے حماسہ مترجم ہندی ص۳۶ طبع دوم میں لکھا ہے :-

"شرى وُدّى وشكرى من بعيدٍ ✧ لآخر غالبٍ ابداً ربيعٌ

شرح: ربیع بن زیاد نے میری دوستی اور میرا شکر دور بیٹھے ایسے شخص کے لئے جو بنی غالب میں آخری شخص عدیم المثال ہے خرید لیا ہے۔ اور مراد عدیم المثال سے بھی ربیع ہے۔"

۱۱۔ علامہ اقبال داغ کے متعلق لکھتے ہیں ؎

مر گیا داغ آج میت اُس کی زیب دوش ہے
آخری شاعر جہاں آباد کا خاموش ہے

قرآن کریم کی رو سے دو گواہوں سے مقدمہ فیصل ہو جاتا ہے۔ فرمایئے ان دس گواہوں کی گواہی سے مقدمہ خاتم اور ختم کا فیصلہ ہوا کہ نہیں۔ اور یہ بھی ملاحظہ فرمایئے کہ لغت کی رو سے کسی لفظ

کے معنے اسی طرح بیان کئے جاتے ہیں جس طرح لوگ عام طور پر اس لفظ کو تحریر و تقریر میں بولتے اور سمجھتے ہیں۔ یہ نہیں ہوتا کہ لائبریری میں سے کوئی لغت کی کتاب اٹھا کر اس میں سے معنی نقل کر دیئے۔ اور نہ یہ ہوتا ہے کہ شہادت تو لفظ خاتم اور اس کے ایک قوم کی طرف مضاف ہونیکی دو کا رہو مگر گواہ ختم علی القلب اور ختم اور ختام اور طبع پر گذرنے لگ جائیں۔ اگر انگریزی عدالتوں میں اس قسم کے جعلی گواہ گذریں تو فی الفور حوالہ پولیس کئے جائیں مگر چونکہ دین کے قانون میں لا اکراہ فی الدین اور من شاء فلیؤمن ومن شاء فلیکفر کی دفعات موجود ہیں اس لئے ہر شخص کو اختیار ہے کہ جو چاہے کہتا چلا جاوے کوئی روکنے والا نہیں۔

میں ایک دفعہ پھر پوری قوت اور پورے اخلاص کیساتھ آپ کی توجہ اس طرف مبذول کرانا چاہتا ہوں کہ لسان العرب کوئی ایسی نادر اور اعجوبہ چیز نہیں کہ آج ہی منصہ شہود پر آئی ہو۔ اور صرف آپ ہی کی اس تک رسائی ہوئی ہو۔ اور پہلے بزرگوں نے اس کی شکل بھی نہ دیکھی تھی۔ دیکھئے! مندرجہ ذیل بزرگ کیا فرماتے ہیں:۔

۱۔ علامہ زرقانی جن کی تعریف میں علامہ شبلی رطب اللسان ہیں فرماتے ہیں:۔

"خاتم النبیین معناہ احسن الانبیاء خلقاً لانہ جمال الانبیاء کالخاتم الذی یتجمل بہ" (جلد ۳ صفحہ ۱۶۳)

۲۔ امام فخرالدین رازی فرماتے ہیں:۔

"ان رسولنا لما کان خاتم النبیین کان افضل الانبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام" (تفسیر کبیر جلد ۶ صفحہ ۳۱)

۳۔ مشہور محدث ملا علی قاری اپنی کتاب موضوعات کبیر صفحہ ۵۹ طبع ہندی میں فرماتے ہیں۔ اور لو عاش کی حدیث کو صحیح ثابت کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

"قلتُ معہٰذا لو عاش ابراھیم وصار نبیًّا وایضًا لو صار عمر نبیًّا لکان من اتباعہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم فلا یناقض قولہ خاتم النبیین اذا المعنی انہ لا یاتی نبیٌّ ینسخ ملتہ ولم یکن من امتہ"

ترجمہ: میں کہتا ہوں کہ باوجود اسکے اگر حضرت ابراہیم علیہ السلام زندہ رہتے اور نبی ہو جاتے اور اسی طرح اگر حضرت عمرؓ نبی ہو جاتے تو وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پیروؤں میں سے ہوتے پس

اللہ تعالیٰ کے قول خاتم النبیین اور ان احادیث میں کوئی تناقض نہیں ہے کیونکہ معنی یہ ہیں کہ کوئی نبی ایسا مبعوث نہ ہوگا جو حضورؐ کی شریعت کو منسوخ کر دے اور حضور کی اُمّت میں سے نہ ہو۔

فرمائیے! یہ بزرگ عربی پڑھے ہوئے تھے یا نہیں۔ اور قرآن و حدیث بھی جانتے تھے یا نہیں۔ کیا یہ بزرگ ہستیاں خاتم اور ختم اور ختام اور خاتمہ میں فرق نہ کر سکتی تھیں جنہیں لسان العرب میں سے نقل کر دینے پر آپ نے اپنے خیال میں بڑا بھاری قلعہ فتح کر لیا ہے۔ اور گویا آپ کے لئے اس آیت کے متنازعہ فیہ الفاظ کے معانی میں مزید غور و فکر کرنا بالکل حرام ہو گیا ہے۔ یا خدا تعالیٰ نے جو قرآن کریم میں تدبّر و تفکّر کرنے کا ارشاد فرمایا ہے اس کا آپ پورا پورا حق ادا کر چکے ہیں۔ یا آپ بالکل معصوم عن الخطاء ہیں کہ آپ سے غلطی کا سرزد ہونا ناممکن ہے۔ اور سارا جہان غلطی خوردہ ہو سکتا ہے مگر آپ بہرحال راستی ہی پر ہیں۔ مجھے آپکی بے تعلق دلیل پر رہ رہ کر رونا آتا ہے کہ میں آپ سے دریافت کیا کر رہا ہوں اور آپ مجھے جواب کیا دے رہے ہیں۔ پوچھ تو میں آپ سے یہ رہا ہوں، کہ خاتم النبیین کی ترکیب میں جو اللہ تعالیٰ نے خاتم کا لفظ استعمال فرمایا ہے اس کے بیان کردہ مفہوم کی مؤید کوئی ایک آیت، کوئی فقرہ، کوئی شعر کسی مستند اہل زبان کا پیش فرمائیں۔ مگر آپ فرماتے ہیں لیجئے قرآن پاک میں ہے "ختامہ مسک"۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔ کیا ماروں گھٹنا پھوٹے آنکھ اور سوال از آسمان جواب از ریسماں کی اس سے بدتر مثال بھی کوئی مل سکتی ہے؟

یہ بھی یاد رہے کہ نبوت کے بند ہونیکا قرآن کریم میں دو جگہ ذکر ہے۔ اول سورہ مومن جہاں حضرت یوسف علیہ السلام کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَلَقَدْ جَآءَكُمْ يُوسُفُ مِنْ قَبْلُ بِالْبَيِّنٰتِ فَمَا زِلْتُمْ فِي شَكٍّ مِّمَّا جَآءَكُمْ بِهٖ حَتّٰۤى اِذَا هَلَكَ قُلْتُمْ لَنْ يَّبْعَثَ اللّٰهُ مِنْۢ بَعْدِهٖ رَسُوْلًا كَذٰلِكَ يُضِلُّ اللّٰهُ مَنْ هُوَ مُسْرِفٌ مُّرْتَابٌ ۝ الَّذِيْنَ يُجَادِلُوْنَ فِيْۤ اٰيٰتِ اللّٰهِ بِغَيْرِ سُلْطٰنٍ اَتٰىهُمْ كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ وَعِنْدَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كَذٰلِكَ يَطْبَعُ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ قَلْبِ مُتَكَبِّرٍ جَبَّارٍ۔ ترجمہ تحقیق آیا تمہارے پاس یوسف اس سے پہلے کھلے کھلے نشانات لیکر۔ پس تم ہمیشہ شک کرتے رہے اس چیز میں جو وہ لایا تمہارے پاس۔ یہانتک کہ وہ فوت ہو گیا تم نے کہنا شروع کر دیا اللہ تعالیٰ اسکے بعد کوئی رسول نہ بھیجے گا۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ گمراہ ٹھیراتا ہے حد سے بڑھنے والے شکی مزاج لوگوں کو جو اللہ تعالیٰ کی آیات میں بغیر دلیل کے

جھگڑا کرتے ہیں۔ یہ بات اللہ اور مومنوں کو سخت ناراض کرنیوالی ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ متکبر اور جبار لوگوں کے دلوں پر مُہر لگایا کرتا ہے "

دوم سورہ جن میں۔ جہاں فرمایا۔ وَظَنُّوا كَمَا ظَنَنْتُمْ أَنْ لَنْ يَبْعَثَ اللَّهُ أَحَدًا ۝ یعنی اے جنو! انسانوں نے بھی تمہاری طرح یہی گمان کیا تھا کہ اللہ تعالیٰ ہرگز کوئی رسول نہ بھیجیگا۔ ہر دو جگہ اللہ تعالیٰ نے نبوت بند کرنے کے " لن یبعث اللہ من بعدہ رسولاً یا لن یبعث اللہ احداً کے الفاظ فرمائے ہیں۔

ہر دو فقرات ایک ہی قسم کے نہایت سیدھے سادے اور قولوا قولاً سدیداً کے عین مطابق ہیں۔ ادنیٰ سے ادنیٰ سمجھ کا آدمی بھی منشائے متکلم سے آگاہ ہو جاتا ہے۔ اِس میں نہ کوئی استعارہ ہے، نہ تشبیہہ ہے، نہ اغلاق ہے، نہ ابہام ہے، نہ کوئی محاورہ ہے۔ غرض کوئی ایسی بات نہیں ہے کہ جس سے مفہوم کے سمجھنے میں کسی قسم کی دقت ہو سکتی ہو معلوم ہوا کہ قرآنی اسلوب بیان میں اگر یہ کہنا ہو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوت بند ہے۔ تو اُسے یوں بیان کیا جاویگا۔ لن یبعث اللہ من بعد محمد رسولاً۔

(۲) اس عقیدہ کو متکبر اور جبار لوگوں کا عقیدہ بیان فرمایا ہے۔ اور اُسے اللہ اور مومنوں کی سخت ناراضگی کا موجب قرار دیا ہے۔ چنانچہ سیرۃ النبی میں نادانستہ طور پر آپ نے اس حقیقت کا اقرار کر لیا ہے۔ جہاں لکھا ہے کہ:۔

"ان الرسالۃ والنبوۃ قد انقطعت فلا رسول بعدی ولا نبی۔ رسالت اور نبوت کا سلسلہ منقطع ہو گیا۔ تو میرے بعد نہ کوئی رسول ہوگا نہ کوئی نبی۔ صحابہؓ پر یہ بات سخت گذری تو آپؐ نے فرمایا ولکن المبشرات لیکن خوشخبریاں باقی ہیں " (سیرت النبی جلد سوم صـ۵۹۱)

اگر نبوت کا بند ہونا بقول آپ کے بشارت تھی تو صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین پر شاق کیوں گذری۔ کیا بشارت بھی شاق گذرا کرتی ہے؟ اسی ایک بات سے روز روشن کی طرح ثابت ہو گیا کہ آنمکرم اس خیال میں حق پر نہیں ہیں۔ کیونکہ اگر آپ کا قدم راہِ راست پر ہوتا تو آپ ہرگز نبوت کے بند ہونے کو بشارت قرار دینے کی جرأت نہ کرتے۔ بلکہ آپ پر بھی یہ بات اسی طرح گراں گزرتی جس پر صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین پر گراں گذری تھی۔ پس خاتم النبیین سے نبوت کے بند ہونیکا مفہوم کس طرح مستنبط ہو سکتا ہے جبکہ (۱) اس مفہوم کو ادا کرنے کے لئے یہ قرآنی

اسلوب بیان ہی نہیں۔ (۲) یہ ترکیب جس مفہوم کو ادا کرنے کے لئے بولی جاتی ہے وہ قوم میں شائع اور متعارف ہے اور سینکڑوں ہزاروں لوگ اسے استعمال کرتے رہے ہیں اور اب بھی کرتے ہیں۔ مگر بند ہونے کا مفہوم نہ متکلم کے ذہن میں ہوتا ہے نہ مخاطب کے ذہن میں۔ جیسا کہ علامہ شبلی اور اور امام مہدی حسن صاحب کی دو مثالوں سے ظاہر ہو چکا ہے۔

(۳) جس مقام پر یہ ترکیب استعمال کی گئی ہے وہاں ابوّت کا جھگڑا ہے نبوّت کا کوئی جھگڑا ہی نہیں ہے۔ اور نیز اس جملہ میں اور بھی الفاظ ہیں جن کا معنی کرتے وقت لحاظ رکھنا ہو گا۔ یہ عجیب بات ہے کہ خاتم النبیین کا لفظ دیکھا اور دنگھنے کو ٹیسنے کا بہانہ ہو گیا۔ اور ہر شخص یہ سمجھنے میں حق بجانب ہو گیا کہ چلو چھٹی ہوئی نبوّت بند ہے جو مرضی ہے کرو جس طرح جی چاہے اودھم مچاؤ۔ کوئی پوچھنے والا نہیں۔ گویا بلی کے بھاگوں چھینکا ٹوٹا۔

علاوہ ازیں انبیاء کی بعثت کی غرض حصولِ کمالات نہ تھی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر کمالات نبوّت ختم ہوئے۔ تو بس نبوّت بھی ساتھ ہی ختم ہو گئی۔ بلکہ انبیاء کی بعثت کی غرض خود سیرۃ النبی میں بالفاظ ذیل بیان کی گئی ہے:۔

"جب روئے زمین پر گناہوں کی تاریکی اور بدیوں کی ظلمت محیط ہو جاتی ہے تو صبح کا تڑکا ہوتا ہے اور آفتاب ہدایت نمودار ہوتا ہے۔ باغ عالم میں جب برائیوں کی خزاں چھا جاتی ہے تو بہارِ نبوّت رونق افروز ہوتی ہے۔ اور جس طرح زمین، آسمان، چاند، سورج، پھل اور پھول کے خاص خاص قوانینِ فطرت ہیں جنہیں عموماً تغیر نہیں ہوتا۔ اسی طرح ان روحانی دنیا کی رشد و ہدایت، عذاب و رحمت اور نبوّت و رسالت کے خاص خاص اصول و قواعد ہیں جنہیں تغیر راہ نہیں پاتا"۔ (سیرۃ النبی جلد سوم صا)

اسی طرح کتاب ہذا کے صفحہ پر آپ رقمطراز ہیں:۔

"جس طرح رات کی تاریکی کے بعد دن کی روشنی کا آنا قانونِ قدرت ہے۔ اسی طرح یہ بھی ایک سنّتِ الٰہی ہے کہ جب عالمِ انسانیت پر ضلالت و گمراہی کی تاریکی چھا جاتی ہے تو اس کے مطلع سے ہدایت و رہنمائی کا نور طلوع کرتا ہے"۔

۳۔ سیرت النبی جلد چہارم کے صفحہ ۹ پر آپ فرماتے ہیں:۔

"اگرچہ عقلِ سلیم ان اصولوں اور طریقوں کو معلوم کر سکتی ہے جن کے ذریعہ سے

بہیمیت کے تابع ملکوتیت ہونے کے فائدے اور گناہ وعصیان کے نقصانات ظاہر ہوں عقل سلیم کے اس قسم سے انسان فائدہ اٹھا کر اپنی اصلاح کرسکتا ہے۔ مگر یہ تو امکان عقلی ہے۔ عملی کیفیت یہ ہے کہ انسان کی آنکھوں پر موجودہ دنیوی لذائذ حرص وطمع اور بیجا خواہشوں اور تمناؤں کے اتنے تو برتو پردے پڑجاتے ہیں، کہ اس کے اصلی اور فطری وجدان اور قوت احساس کا مادہ فاسد ہو جاتا ہے۔ جیسے بیماری میں انسان کی زبان کا ذائقہ جب بدل جاتا ہے تو میٹھی سے میٹھی چیز اسے کڑوی معلوم ہوتی ہے۔ اسی طرح اندرونی وجدان واحساس کے فاسد ہوجانے سے بھی وہ حق وباطل، خیر وشر اور نیک وبد کی تمیز کو بھول جاتا ہے۔ اسے نوع انسان کو ایسے صحیح رہنماؤں کی اور روحانی معلموں کی ضرورت ہے جن کے احساس ووجدان کا آئینہ گرد آلودہ نہ ہو۔"

قبلہ سید سلیمان صاحب! اپنے ان سنہری اقتباسات کی روشنی میں مندرجہ ذیل حقائق پر ایک نظر ڈال کر اس عاجز کے سوالات کا جواب عطا فرمائیں۔ (۱) قال الرسول یا رب ان قومی اتخذوا ھٰذا القرآن مھجورًا وکذٰلک جعلنا لکلّ نبیٍّ عدوًّا من المجرمین وکفٰی بربّک ھادیًا وّنصیرًا۰

(۲) انّ الّذین فرّقوا دینھم وکانوا شیعًا لست منھم فی شیءٍ۔

(۳) یاایّھا الّذین اٰمنوا لم تقولون ما لا تفعلون کبر مقتًا عند اللہ ان تقولوا ما لا تفعلون

(۴) الم تر الی الّذین یزعمون انّھم اٰمنوا بما انزل الیک وما انزل من قبلک یریدون ان یّتحاکموا الی الطّاغوت وقد اُمروا ان یّکفروا بہٖ ویرید الشّیطٰن ان یّضلّھم ضلٰلًا بعیدًا۰

یعنی ایک زمانہ آئیگا کہ مسلمان قرآن کے تارک ہوجاویں گے۔ اللہ رسول سے قطع تعلق کرکے اُلٹے ان کے دشمن ہوجائیں گے۔ دین میں تفرقہ ڈال کر اور فرقہ فرقہ ہوکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کا کوئی تعلق نہ رہے گا۔ قول اور فعل میں عدم مطابقت

کی وجہ سے اللہ تعالے ان سے ناراض ہو جائے گا۔ اللہ رسول کے باغیوں سے فیصلہ کرائیں گے۔

اور خود رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ (۱) یوشک ان یاتی علی الناس زمان لا یبقی من الاسلام الا اسمہ ولا یبقی من القرآن الا رسمہ مساجدھم عامرۃ وھی خراب من الھدیٰ علماؤھم شر من تحت ادیم السماء من عندھم تخرج الفتنۃ وفیھم تعود۔

۲۔ لتتبعن سنن من قبلکم شبرا بشبر وذراعا بذراع حتی لو سلکوا جحر ضب لسلکتموہ قالوا یا رسول اللہ الیھود والنصاریٰ قال فمن؟

۳۔ یقبض العلم بقبض العلماء حتی اذا لم یبق عالم اتخذ الناس رؤسا جھالا فسئلوا فافتوا بغیر علم فضلوا واضلوا

یعنی مسلمان یہود و نصاریٰ کے نقش قدم پر چلیں گے۔

اسلام کا صرف نام اور قرآن کی صرف تحریر رہ جاوے گی۔ علماء بدترین خلائق ہو جاویں گے۔ عالموں کے فوت ہو جانے کی وجہ سے علم اٹھ جاوے گا۔ جہال تو لوگ اپنا سردار بنا لیں گے۔ جو بغیر علم کے فتویٰ دیکر آپ ڈوبے برہمناں ججمان ڈبوئے کا مصداق ہو جائیں گے۔

یہ دُکھ بھری داستان کہ آج مسلمانوں کی حالت دگرگوں ہے، بہت لمبی ہے اور آپ کو بھی معلوم ہے۔ کہ آج مسلمان خود اقراری مجرم بن گئے ہیں۔ نہ معلوم ہو تو تحریر فرمائیں انشاءاللہ منہ بولتی تصویر پیش کی جائے گی۔ اب سوال یہ ہے کہ اگر چہ خدا رب المسلمین ہی نہیں بلکہ رب العٰلمین ہے۔ اور سارے جہان کی جسمانی روحانی ضروریات کا تکفل اس کے ذمہ ہے۔ سب قوموں کی ہدایت و رہنمائی کی ذمہ داری اس نے لے رکھی ہے۔ جیسا کہ وہ خود فرماتا ہے۔ انّ علینا للھدیٰ وانّ لنا للآخرۃ والاولیٰ۔ (۲) وعلی اللہ قصد السبیل ومنھا جائر۔ (۳) اعلموا انّ اللہ یحیِ الارض بعد موتھا تو پھر باقی دنیا تو رہی ایک طرف جب

مسلمانوں ہی پر اخلاقی اور روحانی موت طاری ہوگئی۔ جب مسلمانوں ہی پر گناہوں کی یہ تاریکی اور بدیوں کی یہ ظلمت محیط ہوگئی۔ جب عالم اسلامی ہی پر ضلالت و گمراہی کی یہ تاریکی چھاگئی تو پھر روئے زمین پر یہ اسلام کہاں رہ گیا۔ اور کیا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد دُنیا کی یہ ضرورت بدستور باقی ہے یا نہیں؟ کیا اب دُنیا پر نوعِ انسان آباد نہیں فرشتے بستے ہیں؟ کیا اب دُنیا میں گناہوں کی تاریکی نہیں چھائی، بدیوں کی ظلمت محیط نہیں ہوئی؟ کیا اب رات کی تاریکی نہیں آتی؟ اگر عملی رنگ میں یہ سب کچھ ہو رہا ہے اور اندھے سے اندھے آدمی کو بھی ہوتا ہوا نظر آرہا ہے، تو صبح کا تڑکا کیوں نہیں ہوتا؟ آفتاب ہدایت نمودار کیوں نہیں ہوتا؟ بہار نبوت رونق افروز کیوں نہیں ہوتی؟ کیا خدا بدل گیا ہے یا اس کی سُنّت تبدیل ہوگئی ہے یا خالق و مخلوق کا باہمی تعلق ٹوٹ گیا ہے۔ یا انسان اب تعلیم و تعلم کی زحمت سے آزاد ہوگئے ہیں اور ماں کے پیٹ سے ہی کامل مکمل پیدا ہوتے ہیں؟ دُنیوی قوانینِ فطرت تو ویسے ہی ہیں، روحانی قوانینِ فطرت ہی تبدیل ہوگئے ہیں؟ آخر کوئی تو وجہ بیان فرمائیں۔ اور اگر کوئی وجہ نہیں ہے تو پھر میرا چوتھا مطالبہ یہ ہے کہ اگر آپ کم از کم نبوت بند ہونے کے فوائد بہ تفصیل بیان فرمائیں یعنی یہ بیان فرمائیں کہ نبیوں کے نہ آنے سے مخلوقِ خدا کو کیا کیا فوائد حاصل ہوتے ہیں۔ کیونکہ خدا نے جو اس کام کو بند فرمایا ہے تو ضرور اس میں کوئی نہ کوئی حکمت ہوگی۔ کہ فعل الحکیم لا یخلو عن الحکمۃ۔ پس آپ وہ حکمت اور وہ مصلحت بیان فرمائیں جو خدا کے مدنظر ہے؟

پھر آپ نے لکھا ہے کہ "خَتَمَ بِیَ النَّبِیُّوْنَ" بھی حضور نے فرمایا ہے۔ اس کے معنی اگر آپ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ سے جو آپ کے بھی بزرگ اور میرے بھی واجب الاحترام ہیں سُنیں تو بہتر ہوگا۔ کیونکہ ممکن ہے معمولی مدرس سمجھ کر آپ میری بات ہی سننا گوارا نہ فرمائیں، اپنے بزرگوں کا کچھ تو احترام آپ کے دل میں ہوگا۔ شاہ صاحب تفہیمات الٰہیہ کے صفحہ ۵۳ پر فرماتے ہیں:-

"ختم بی النبیون ای لا یوجد من یأمرہ اللہ بالتشریع علی الناس۔"

نیز ختم کے لفظ میں اس کی مثالیں پہلے دی جاچکی ہیں، اعادہ کی ضرورت نہیں۔ یہ فقرہ ایسا ہی ہے جیسے کہتے ہیں حاتم پر سخاوت ختم ہوگئی۔ حضرت علی پر شجاعت ختم ہوگئی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر

نبوت ختم ہوگئی ہو۔ لہٰذا خَاتَمَ النَّبِیّٖن کے معنی یہ ہوں گے کہ (۱) آج حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پیرؤوں میں سے کوئی شخص ان کی پیروی کر کے کسی روحانی مقام تک نہیں پہنچ سکتا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیروی سے کوئی روحانی درجہ حاصل نہیں ہو سکتا۔ اور دنیا میں جس قدر انبیاء گذرے ہیں ان میں سے کسی نبی کی پیروی سے انسان کو کوئی روحانی فائدہ نہیں پہنچ سکتا۔ صرف اور صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات قدسی صفات ایسی ہے۔ کہ جس کی پیروی کر کے انسان تمام روحانی مراتب علیٰ قدر متابعت حاصل کر سکتا ہے۔

(۲) دوسرے معنی اس فقرہ کے یہ بھی ہیں کہ دنیا بھر کی تمام قومیں اب نبوت کے انعام سے محروم ہوگئی ہیں اور آئندہ کے لئے اللہ تعالیٰ نے یہ انعام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس اور حضور پُرنور کے خاندان (متبعین کامل) کے لئے وراثۃً مخصوص کر دیا ہے۔ حضور پُرنور کے بعد حضور کے غلاموں کے سوا اور کسی کو یہ عہدہ نہیں مل سکتا۔

(۳) ایک تیسرے معنی اس فقرہ کے یہ بھی ہیں کہ حضور نے نبوت کے ایسے انتہائی کمال کو حاصل کر لیا ہے جو نہ پہلے کسی کو حاصل ہوا نہ آئندہ حاصل ہوگا۔ اور اب کسی شخص کے لئے ممکن نہیں کہ بڑھ جانا تو بڑی بات ہے حضور کی برابری اور ہمسری کا دم مار سکے۔ جو ہوگا حضور سے درجہ میں فروتر ہوگا۔ اور ہوگا بھی وہ جس کی حضور تصدیق فرمائیں۔ کوئی شخص براہ راست نبوت چھوڑ ادنیٰ سے ادنیٰ مقام روحانیت کا بھی حاصل نہیں کر سکتا۔ اور اس حدیث کا یہ معنی کرنا کہ حضور کے بعد نبوت بند ہوگئی ہے اس کے معنی سوائے اس کے کچھ نہیں کہ "روئے زمین پر گناہوں کی ہزار تاریکیاں چھائیں۔ بدیوں کی لاکھوں ظلمتیں محیط ہو جائیں صبح کا تڑکا نہیں ہوگا پر نہیں ہوگا۔ آفتاب ہدایت نمودار نہیں ہوگا پر نہیں ہوگا۔ ہدایت و راہنمائی کا نور انسانیت کے مطلع سے طلوع نہیں کریگا پر نہیں کرے گا۔ دوسری قوموں کی طرح مسلمان بھی کوئی روحانی درجہ حاصل نہیں کر سکتے۔ اور دنیا بھر کے باقی انبیاء سے جس طرح کوئی روحانی فیض نہیں مل سکتا اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی نعوذ باللہ خاکم بدہن کوئی فیض نہیں پہنچ سکتا۔ دوسرے لفظوں میں اس کا مفہوم یہ ہے۔ کہ خالق و مخلوق کا باہمی رشتہ ٹوٹ گیا ہے۔ خدا نے ہدایت و رہنمائی کی ذمہ داری جو اٹھا رکھی تھی اس سے اب وہ دست بردار ہوگیا ہے اور باوجودیکہ مخلوق کی پیدائش کا سلسلہ جاری ہے مگر انسانوں کی پیدائش کی غرض و غایت کو اس نے خود ہی باطل کر دیا ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ ع برین عقل و دانش بباید گریست۔

سچ ہے ؎

ہر کہ تف افگند بمہر منیر ؎ ہم بروئیش فتد تف تحقیر

تا قیامت تف است بر رویش ؎ قدسیاں در زنند بد بویش

اور میں تو کہتا ہوں کہ دل میں عقیدہ آپ کا بھی یہی ہے۔ لوگوں کے لعن طعن کے خوف سے برملا اس کا اظہار نہیں کرتے۔ اور اظہار کرتے ہیں تو ایسے رنگ میں جو عوام الناس کو تو خوش کرنے والا ہے مگر حقیقت سے کوسوں دور اور پرلے درجہ کا مضحکہ خیز۔ اور اگر آپکا یہ عقیدہ نہیں ہے تو نبوت کا دروازہ اس سختی سے بند کرنے کے باوجود "ابن مریمؑ کے نزول کی خبر ہے" کے معنی ہی کیا ہوئے؟ کیا اس سے زیادہ مضحکہ خیز کوئی اور خیال بھی ہو سکتا ہے۔ کہ نبوت کا دروازہ تو اس سختی سے بند کیا جاوے کہ کوئی نیا شخص نہ اس میں داخل ہو سکے اور نہ پرانا باہر نکل سکے۔ مگر ابن مریمؑ پر اس سختی کا کوئی اثر ہی نہ ہو۔ پھر اس غریب کو نبوت سے بغیر کسی جرم کے محروم کیا جاوے۔ اور نہ صرف نبوت سے محروم کیا جاوے بلکہ اُلٹا حاکم سے محکوم بنایا جاوے۔ یہ دین ہے یا سکھا شاہی۔ اور یہ تمام ظلم و تعدی محض اس لئے روا رکھی جا رہی ہے کہ تا اپنے ایک بے بنیاد، پرانے اور فاسد خیال کی تائید ہو سکے۔ اور کسی طرح اپنے حق پر ہونے کے لئے ایک وجہ اطمینان پیدا کر لی جاوے۔ مگر کیا ایک مردہ ان غلط سہاروں سے زندہ ہو کر چلنے لگیگا؟

ہرگز نہیں ع این خیال است و محال است و جنوں

پھر آپ فرماتے ہیں:-

"اللہ تعالیٰ کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین بطور مبالغہ خلافِ واقعہ اور دراصل جھوٹ کہنے کا عقیدہ جیسا کہ آپ بتاتے ہیں اہلِ قادیان ہی کو مبارک ہو۔ اس سے تو معلوم ہوا کہ حضورؐ کے کمالاتِ تامہ کا عقیدہ بھی آپکے نزدیک واقعہ نہیں بلکہ بطور مبالغہ کے ہے۔ جو دراصل خلافِ واقعہ ہوتا ہے۔ جیسا کہ زید کو مبالغتًہ اسد کہنا خلافِ واقعہ ہے۔"

اس کے جواب میں سب سے اوّل تو مجھے یہ عرض کرنا ہے کہ میں نے اپنے خط میں ہرگز ہرگز "خلافِ واقعہ" اور "دراصل جھوٹ" کے الفاظ نہیں لکھے۔ اور نہ کبھی میرے وہم و گمان میں بھی یہ بات آئی۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کمالاتِ تامہ حضورؐ کو واقعتًہ حاصل نہیں ہیں۔ یہ آپ ہی کے دل و دماغ کی پیداوار اور مجھ غریب پر سراسر افتراء اور پرلے درجے کا بیباکانہ بہتان ہے۔

دوسرے اگر میں نرم سے نرم الفاظ میں بھی اپنا مفہوم ادا کرنا چاہوں تو بھی یہ کہنے سے کسی طرح رُک نہیں سکتا کہ یہ فقرہ آپ کی علمی بے مائگی کا مظہر ہے۔ اے میرے بزرگوار سید صاحب! کیا آپ کو مبالغہ کے معنی بھی معلوم نہیں۔ کیا مبالغہ کا صیغہ عربی زبان میں خلافِ واقعہ اور دراصل جھوٹ امور کے اظہار کے لئے آتا ہے۔ کیا زید کو اسد کہنا خلافِ واقعہ مبالغہ ہے؟ آپ کے علم و فضل کو کیا ہو گیا ہے کیوں اپنے ایک خیال کی پچ میں آپ حقائق مشہورہ محسوسہ سے آنکھیں بند کر رہے ہیں۔ اے حضرت! مبالغہ کا صیغہ فاعل میں مصدری معنی کی زیادتی کیلئے استعمال ہوتا ہے۔ کیا اللہ تعالیٰ کے تمام اسماء مبالغہ ہی کے صیغے نہیں ہیں؟ پھر کیا رحمٰن رحیم، قدوس، علیم، خبیر، صدیق، مطیق، مفضال، یہ سب مبالغہ ہی کے صیغے نہیں ہیں۔ کیا یہ سب خلافِ واقعہ اور دراصل جھوٹ باتیں کرنے کے لئے استعمال کئے جاتے ہیں ؎

کب تلک جھوٹ سے کرو گے پیار ❊ کچھ تو سچ کو بھی کام فرماؤ
کچھ تو خوفِ خدا کرو لوگو! ❊ کچھ تو لوگو خدا سے شرماؤ
اس خرابہ میں کیوں لگاؤ دل ❊ ہاتھ سے اپنے کیوں جلاؤ دل
کیوں نہیں تم کو دینِ حق کا خیال ❊ ہے یہ سو سو اُٹھے ہیں دل میں ابال
کیوں نہیں دیکھتے طریقِ صواب ❊ کس بلا کا پڑا ہے دل پہ حجاب
اس قدر کیوں ہے کین و استکبار ❊ کیوں خدا یاد سے گیا یکبار
تم نے حق کو بھلا دیا ہیہات ❊ دل کو پتھر بنا دیا ہیہات

خود آنمکرم نے کئی دفعہ احمق آدمی کو گدھا۔ بے حیا کو سؤر۔ نقال کو بندر۔ ضدی کو چیچڑ۔ بےعمل یقین کو تھالی کا بینگن۔ منحوس کو اُلو پکارا ہوگا۔ مگر کیا کوئی عقل کا اندھا یہ کہہ سکتا ہے کہ آپ کی مراد ان الفاظ سے خلافِ واقعہ اور دراصل جھوٹ بولنا تھی۔ ہرگز نہیں۔ بلکہ ہر عقلمند یہی سمجھے گا کہ آپ احمق کو گدھا کہکر اس کے کمالِ حُمق کا اظہار فرمانا چاہتے ہیں۔ اور اسی طرح دیگر الفاظ کے استعمال سے بے حیائی، نقالی، ضد وغیرہ میں شخص مذکور کے کمال کا اظہار کرنا چاہتے ہیں۔ پس آپ کا ان الفاظ کو استعمال فرمانا بمعنی خلافِ واقعہ اور دراصل جھوٹ نہ سمجھا جائیگا۔ بلکہ یہ سمجھا جائے گا کہ آپ ان کمالات میں مبالغہ کر رہے ہیں وبس۔ بعینہٖ اسی طرح قرآن کریم نے جو کفار کے لئے صمٌّ، بکمٌ، عمیٌ، موتٰی، قردة، خنازیر، حُمُر مستنفرہ، فرت من قسورة، کلب اور شیاطین کے الفاظ استعمال

فرماتے ہیں تو اس کے یہ معنی نہیں کہ اللہ تعالےٰ نعوذ باللہ خلافِ واقعہ اور در اصل جھوٹ بیان فرما رہا ہے۔ بلکہ یہ کہ ان صفات میں کفار کے حق میں مبالغہ کیا جا رہا ہے۔ کیا معنے؟ یہ اظہار بطور امرِ واقعہ کے کیا جا رہا ہے، کہ کفار میں یہ صفات بدرجۂ کمال پائی جاتی ہیں۔ اسی طرح مشبّہ کو عین مشبّہ بہ فرض کرنا اور حرفِ تشبیہ کو حذف کرنا تو بلاغت کی جان اور تشبیہ کے کمال کی وجہ سے ہوتا ہے، نہ کہ خلافِ واقعہ اور در اصل جھوٹ بولنے کے لئے۔

یعنی جب مشبّہ میں وہ صفات بدرجۂ کمال پائی جائیں جنکی وجہ سے اسے مشبّہ بہ سے تشبیہ دی گئی ہے۔ تو اس کمال کو ظاہر کرنیکا یہی بہترین طریق ہوتا ہے کہ مشبّہ کو عین مشبّہ بہ سمجھ لیتے یا کہہ دیتے ہیں۔ اور حرفِ تشبیہ درمیان میں نہیں لاتے۔ جیسے زید کو بوجہ اس کی شجاعت کے بدرجۂ کمال ہونے کے اسد کہدیں۔ یا ماں اپنے گورے چٹے گول منہ والے بچے کو آتا دیکھکر کہدے، آیا ماں کا چاند۔ یا نوجوان دلیر بچے کو آتا دیکھکر کہہ دے، آیا ماں کا شیر۔ پس میرا یہ کہنا کہ خاتم النبیین کے لفظ سے اللہ تعالےٰ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کمالاتِ نبوت میں مبالغہ فرماتا ہے۔ صرف یہ معنی رکھتا ہے کہ اس لفظ کے استعمال سے اللہ تعالیٰ اس مفہوم کو ادا کرنا چاہتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میں نبوت کے کمالات بدرجۂ اتم پائے جاتے ہیں۔ اس سے آپکا یہ نتیجہ نکالنا کہ گویا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے کمالاتِ تامہ حضور کو واقعۃً حاصل نہیں ہیں بلکہ بطور خلافِ واقعہ اور در اصل جھوٹ کے ہیں۔ آپ ہی کی الٹی سمجھ کا کام ہے معمولی سے معمولی اردو خواں بھی میرے ان الفاظ سے یہ مطلب نہیں نکال سکتا۔ جب باایں ہمہ علم و فضل آپ زید کو اسد کہنے پر اس کی چار ٹانگیں اور دم تلاش کرنے کے درپے ہیں تو مجھے بجا طور پر افسوس ہے کہ اعلیٰ درجے کی فصاحت و بلاغت کے اصول و قواعد سے واقف ہونا اور ان کو بلا تکلف اپنی تحریر و تقریر میں استعمال کر سکنا تو ایک طرف آپ معمولی معمولی پیش پا افتادہ اسالیبِ کلام سے بھی واقف نہیں ہیں۔ اور اس لئے ذرا ذرا سی بات کے لئے اس قدر سرکھپائی اور قلم گھسائی کرنی پڑتی ہے۔

پھر آپ نے اپنے پہلے خط میں بھی مدعیانِ قادیان لکھا تھا اور اس میں بھی اہلِ قادیان کا ذکر فرمایا ہے معلوم نہیں اس چیستان سے آپ کی کیا مراد ہے۔ قادیان تو مختلف المذاہب لوگوں کی ایک بستی کا نام ہے جس میں ہندو، سکھ، چوہڑے، چمار اور مسلمان آباد ہیں۔ آپکا منشا معلوم نہیں کن لوگوں کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ اور یہ بھی معلوم نہیں کہ ان کے برخلاف آپکو

کیا شکایت ہے، جن لوگوں سے آپ کو شکایت ہے اور جو شکایت ہے ذرا تفصیل سے بیان فرمائیں تو اس کے متعلق جواب بھی دیا جاوے۔

اور آپ کا یہ فرمانا کہ "غیر متعلق باتوں سے احتراز کیا گیا ہے" اور کہ "ابن مریم کی بحث بعد میں ہوگی" صرف پیچھا چھڑانے کی خاطر ہے۔ ورنہ (۱) خاتم النبیین کے بیان کردہ مفہوم کی مؤید صرف ایک آیت کا مطالبہ غیر متعلق اور قابلِ احتراز ہے؟ (۲) جب بقول آپ کے نبوت کا دروازہ اس سختی سے بند کر دیا گیا ہے کہ نہ کوئی نیا شخص اس میں داخل ہو سکتا ہے اور نہ پرانا باہر نکل سکتا ہے اور ہمارا جس ذات قدسی صفات پر قرآن نازل ہوا اس نے ابن مریمؑ کے نزول کی پیشگوئی فرمائی، تو بفحوائے ما ینطق عن الھوٰی ان ھو الا وحی یوحٰی حضور انور کی ذاتِ اقدس پر قرآن کریم سے اختلاف کا جو اعتراض پڑتا ہے اُسے رفع کرنے کی خاطر یہ سوال کرنا کہ ابن مریمؑ کے نزول کی خبر قرآن کریم میں کہاں لکھی ہے غیر متعلق اور قابلِ احتراز ہے؟

(۳) آپ فرماتے ہیں "ابن مریمؑ کے نزول کی خبر ہے کسی نبی کی بعثت کی خبر نہیں جو اختلاف ہو۔" آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں، ابن مریمؑ نازل ہوگا، مسلم شریف میں اسے چار دفعہ "نبی اللہ" کے نام سے پکارتے ہیں۔ کیا یہ پوچھنا کہ سید سلیمان ندوی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میں سے کون سچا اور کس کی بات زیادہ قابلِ قبول ہے، غیر متعلق اور قابلِ احتراز ہے؟

(۴) قرآن کریم میں نبوت بند ہونے کا دو جگہ ذکر ہے، سورۂ مومن اور سورۂ جن میں۔ ہر دو جگہ ایک ہی اسلوب بیان اختیار فرمایا گیا ہے اور نہایت ہی قریب الفہم۔ کیا یہ دریافت کرنا کہ خاتم النبیین سے نبوت کے بند ہونے کا مفہوم کس طرح مستنبط ہو سکتا ہے جبکہ اس مفہوم کو ادا کرنے کے لئے یہ قرآنی اسلوب بیان ہی نہیں۔ (۲) اس مفہوم کی مؤید کوئی ایک آیت بھی قرآن کریم میں نہیں ہے۔ (۳) خاتم النبیین کی ترکیب قوم میں شائع اور متعارف ہے، ہزارہا لوگ اسے استعمال کرتے ہیں مگر یہ انوکھا مفہوم نہ متکلم کے ذہن میں ہوتا ہے اور نہ مخاطب کے۔ (۴) اس وحی الٰہی کا جو منزل علیہ ہے وہ ایک نبی کے آنے کی خود پیشخبری فرماتا ہے!

کیا یہ سوال غیر متعلق اور قابلِ احتراز ہے؟

اگر اللہ تعالےٰ، آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اور قرآن کریم کی عزت و تکریم کے پہلو غیر متعلق اور قابلِ احتراز نہیں تو ان ہر سہ کے بالمقابل آپ کی جو حیثیت ہے اسے مدلل اور مبرہن طور پر بیان فرمائیں۔ اور ابن مریمؑ کی بحث بعد میں کیسے ہو سکتی ہے جبکہ اس کے بغیر اس عمارت کی تعمیر ہی ناممکن

ہے کیونکہ اسکی حیثیت اس بحث میں بنیادی پتھر کی سی ہے۔ اور خاتم النبیین کا بیان کردہ مفہوم اور ابن مریمؑ کا نزول ایک دوسرے کے لئے بطور اجتماع نقیضین کے ہے۔
امید ہے کہ آپ میری دی ہوئی قسم کا پاس کر کے خط کو بتمام و کمال پڑھکر میرے جملہ مطالبات کا بیک وقت جواب دیں گے اور کوئی بات آیندہ پر اٹھا نہ رکھیں گے جزاکم اللہ تعالیٰ احسن الجزاء

هلمّ الى كتاب الله صدقاً وايماناً بتصديق الجنان
شغفتم ايها النوكى بشوك واعرضتم عن الزهر الحسان
واثرتم اماعز ذات صخر على مخضرة قاع هجان
وما القرآن الا مثل درّ فرائد زانها حسن البيان
وما مست اكف الكاشحينا معارفه التى مثل الحصان
به ما شئت من علم وعقل واسرار وابكار المعان
وما ادراك ما القرآن فيضاً خطير جالب نحو الجنان
له نوران نور من علوم ونور من بيان كالجمان
كلام فائق ما رالك طرفى جمال بعده والنيران
اياة الشمس عند سناه دخن وما للعل والسبت اليماني
واين يكون للقرآن مثل وليس له بهذا الفضل ثاني
هو للرحمن فى كلم رموز وكم قول استركمثل كاني
وكم كلم مهفهفة دقاق هضيم الكشح كالغيد الحسان
فيدرى الغامرات ذوو الضمور ولا يدرى سفيه كالسمان

قرينا من كمال النصح فاقبل قرانا بالتهلل كالرجال
وخير الزاد تقوى القلب لله فخذ اياه قبل الارتحال
وفكّر فى كلامى ثم فكّر ولا تسلك كمرء لايبال

ياعين فيض الله والعرفان يسعى اليك الخلق كالظمآن
يابحر فضل المنعم المنّان تهوى اليك الزمر بالكيزان

يا شمس ملك الحسن والاحسان — نورت وجه البر والعمران

قوم راوك وامة قد اخبرت — من ذالك البدر الذى اصبانى

يبكون من ذكر الجمال صبابة — وتألما من لوعة الهجران

وارى القلوب لدى الحناجر كربة — وارى الغروب تسيلها العينان

يا من غدا فى نوره وضيائه — كالنيرين ونور الملوان

يا بدرنا يا آية الرحمٰن — اهدى الهداة واشجع الشجعان

انى ارى فى وجهك المتهلل — شانا يفوق شمائل الانسان

وقد اقتفاك اولو النهى وبصدقهم — ودعوا تذكر معهد الاوطان

قد آثروك وفارقوا احبابهم — وتباعدوا من حلقة الاخوان

قد ودعوا اهواءهم ونفوسهم — وتبرؤا من كل نشب فان

ظهرت عليهم بينات رسولهم — فتمزق الاهواء كالاوثان

فى وقت ترويق الليالى نوروا — والله نجاهم من الطوفان

قد هاضهم ظلم الاناس وضيمهم — فتثبتوا بعناية المنان

نهب اللئام نشوبهم وعقارهم — فتهللوا بجواهر الفرقان

كسحوا بيوت نفوسهم وتبادروا — لتمتع الايقان والايمان

قاموا باقدام الرسول بغزوهم — كالعاشق المشغوف فى الميدان

فدم الرجال لصدقهم فى حبهم — تحت السيوف اريق كالقربان

جاؤك منهوبين كالعريان — فسترتهم بملاحف الايمان

صادفتهم قوما كروث ذلة — فجعلتهم كسبيكة العقيان

حتى انتحى برك مثل حديقة — عذب الموارد مثمر الاغصان

عادت بلاد العرب نحو نضارة — بعد الوجى والمحل والخسران

كان الحجاز مغازل الغزلان — فجعلتهم فانين فى الرحمٰن

شيئان كان القوم عميا فيهما — حسو العقار وكثرة النسوان

اما النساء فحرمت انكاحها — زوجا له التحريم فى القرآن

وجعلت دسكرة المدام مخربا — وازلت حانتها من البلدان

كم شاربٍ بالرشف دنّاً طافحاً — فجعلته فى الدين كالنشوان

كم محدثٍ مستنطق العيدان — قد صار منك محدّث الرحمان

كم مستهامٍ للرشوف تعشّقاً — فجذبته جذباً الى الفرقان

احييت اموات القرون بجلوةٍ — ماذا يماثلك بهذا الشان

تركوا الغبوق وبدّلوا من ذوقه — ذوق الدعاء بليلة الاحزان

كانوا برنّات المثانى قبلها — قد احصروا فى شُحّها كالعانى

قد كان مرتعهم اغانى دائماً — طوراً بغيدٍ تارةً بدنان

ماكان فكرٌ غير فكر غوانى — او شرب راحٍ او خيال جفان

كانوا كمشغوفِ الفساد بجهلهم — راضين بالاوساخ والادران

عيبان كان شعارهم من جهلهم — حمق الحمار ووثبة السرحان

فطلعتَ يا شمس الهدى نصحاً لهم — لتضيئهم من وجهك النّورانى

اُرسلتَ من ربٍّ كريمٍ محسنٍ — فى الفتنة الصمّاء والطغيان

يا للفتى ما حسنهٔ وجماله — ريّاه يصبى القلب كالريحان

وجه المهيمن ظاهر فى وجهه — وشئونه لمعت بهذا الشان

فلذا يحبّ ويستحق جماله — شغفاً به من زمرة الاخدان

سمحٌ كريمٌ باذلُ خُلقِ التقى — خرقٌ وفاق طوائف الفتيان

فاق الورىٰ بكماله وجماله — وجلاله وجنانه الريّان

لاشك انّ محمّداً خير الورىٰ — ريق الكرام ونخبة الاعيان

تمّت عليه صفات كلّ مزيّةٍ — ختمت به نعماء كلّ زمان

والله انّ محمّداً كردافةٍ — وبه الوصول بسُدّة السلطان

هو فخر كلّ مطهّرٍ ومقدّسٍ — وبه يباهى العسكر الروحانى

هو خير كلّ مقرّبٍ متقدّمٍ — والفضل بالخيرات لا بزمان

والطلّ قد يبدو امام الوابل — فالطلّ طلّ ليس كالتهتان

بطلٌ وحيدٌ لاتطيش سهامهٔ — ذو مُصميات موبق الشيطان

هو جنّةٌ انّى ارىٰ اثمارهٔ — وقطوفه قد ذلّلت لجنانى

القيته بحر الحقائق والهدى ورأيته كالدر في اللمعان

قد مات عيسى مطرقاً ونبينا حيٌّ وربي انه وافاني

والله اني قد رأيت جماله بعيون جسمي قاعداً بمكاني

ها ان تظنيت ابن مريم عائشاً فعليك اثباتاً من البرهان

افانت لاقيت المسيح بيقظة او جاءك الانباء من يقظان

انظر الى القرآن كيف يبين افانت تعرض عن هدى الرحمان

فاعلم بان العيش ليس بثابت بل مات عيسى مثل عبد فان

ونبينا حيٌّ واني شاهد وقد اقتطفت قطائف اللقيان

ورأيت في ريعان عمري وجهه ثم النبيُّ بيقظتي لاقاني

اني لقد اُحييتُ من احيائه واهاً لاعجاز فما احياني

يا رب صل على نبيك دائماً في هذه الدنيا وبعث ثان

يا سيدي قد جئت بابك لاهفاً والقوم بالاكفار قد آذاني

يفري سهامك قلب كل محارب ويشج عزمك هامة الثعبان

لله درك يا امام العالم انت السبوق وسيد الشجعان

انظر اليَّ برحمة وتحنن يا سيدي انا احقر الغلمان

يا حِب انك قد دخلت محبة في مهجتي ومداركي وجناني

من ذكر وجهك يا حديقة بهجتي لم اخل في لحظ ولا في آن

جسمي يطير اليك من شوق علا يا ليت كانت قوة الطيران

جن لوگوں کو آپ مدعیان قادیان اور اہل قادیان کے حقارت آمیز الفاظ سے یاد کرتے ہیں، ان کے نزدیک آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے کمالاتِ تامہ جو حضور کو واقعۃً حاصل ہیں ان کا علم آپ کو اس عربی قصیدہ کے مطالعہ سے ہوسکیگا جو میں ساتھ شامل کررہا ہوں۔ یہ وہی باتیں ہیں جو قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے بیان فرمائی ہیں۔ اور جنکا احادیث میں ذکر ہے۔ جن سے اسلامی تواریخ کے صفحات تاقیامت تابندہ و درخشندہ رہیں گے۔ اور یہ نظم تو صرف مشتے نمونہ از خروارے والی بات ہے۔ ورنہ مدعیانِ قادیان کی جو کتاب

جو تحریر پڑھو، ایک سے ایک بڑھکر اور زندہ خدا، زندہ رسول، زندہ کتاب اور زندہ مذہب کی زندہ برکات کا ایک نہ ختم ہونے والا خزانہ ہے لیکن اگر آپکے نزدیک آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے کمالات تامہ وہ ہیں جو آپنے سیرت النبی جلد سوم کے صـ۵۲۸ پر تحریر فرماتے ہیں یعنی:-

"سب سے پہلی چیز جو آپ کی ذاتِ مبارک کے ساتھ مخصوص تھی، اور جس کا کوئی حصہ افرادِ اُمت کو نہیں ملا وہ نبوت اور اس کے لوازم وحی تشریع، اخبار الٰہی، نزول جبریل، نسخ احکام وغیرہ ہیں۔ یعنی آپکے سوا نہ تو کسی فردِ امت پر کوئی وحی (۱) آئی اور نہ آسکتی ہے (۲)۔ اور نہ کسی کو کوئی شریعت لانے اور نئے مذہبی قانون (۳) وضع کرنے کا اختیار ہے۔ نہ وہ بےگناہ اور معصوم ہے۔ نہ اللہ تعالیٰ (۴) سے سُن کر خبر دے سکتا ہے۔ نہ اس کے پاس قاصد الٰہی آسکتا ہے۔ نہ وہ احکام شرعی کو منسوخ کرسکتا ہے وغیرہ۔ صرف دو چیزیں ایسی ہیں جو افرادِ اُمت کے لئے باقی ہیں۔ اور وہ رویائے صالحہ اور کشف و الہام ہیں"

(۱) اسلامی تاریخ سے افسوسناک لاعلمی کا نتیجہ۔ (۲) گویا وحی کا بھیجنا سید سلیمان صاحب ندوی کے اختیار میں ہے۔ خود ہی یہ لکھکر کہ وحی کے تین طریقے ہیں، اپنی بات کی آپ ہی اور اُمی کتاب میں تغلیط بھی کردی ہے۔ (۳) گویا انبیاء اپنے اختیار سے یہ کام کیا کرتے تھے۔ خدا کے اختیارات کو محدود کرنا آپ ہی کا کام ہے، (۴) گویا آپ عالم الغیب بھی ہیں۔ (۵) گویا خالق ومخلوق میں سلسلہ رسل و رسائل کا آپنے منقطع کردیا ہے۔ کیونکہ خدائی ڈاک آپ کی معرفت آیا کرتی ہے۔ (۶) گویا خالق ومخلوق کا باہمی تعلق ٹوٹ گیا ہے۔ (۷) گویا پہلے نبی اپنی مرضی سے یہ کام کیا کرتے تھے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

نوٹ:- ایسے رویائے صالحہ اور الہام کا نام نعمت رکھنا جو نہ صاحب رویاء و الہام پر حجت ہے اور نہ دوسروں پر اور جسکی صداقت پر تحدی کرنا ضلالت و گمراہی ہے سید صاحب ہی کا کام ہے۔ اور ایسی ناپاک اور گندی چیزوں کو جو مفضی الی الضلالت ہیں رویائے صالحہ اور الہام کے نام سے یاد کرنا ایڈیٹر رسالہ معارف ہی کو زیب دیتا ہے۔ اس افصح العرب والعجم کا کام نہیں کہ ان اضغاث احلام کا یہ پاکیزہ نام رکھے یا انہیں بشارت قرار دے۔ اور اگر آپکے نزدیک

اور ذرا ان باقیماندہ دو چیزوں کی حقیقت بھی اپنے ہی الفاظ میں سُن لیجئے! :-

"غرض ختم نبوت کے بعد اب جو نعمت اہل ایمان کے لئے باقی رہ گئی ہے وہ صرف دو ہیں، رویائے صالحہ اور الہام لیکن چونکہ نبی کے سوا کوئی انسان معصوم نہیں۔ اور نہ اس کی سچائی کی کوئی قطعی شہادت موجود ہے۔ اس لئے کسی مومن کے رویاہائے صالحہ اور الہامات کسی دوسرے شخص پر بلکہ خود اس پر بھی حجت نہیں۔ اور اس کے منجانب اللہ ہونے پر یقین حاصل کرنا اور ان کی اطاعت و پیروی کرنا اور ان کی طرف لوگوں کو دعوت دینا اور ان کی صداقت پر تحدی کرنا ضلالت و گمراہی ہے۔ ان رویاہائے صالحہ اور الہامات کے ذریعہ سے جو چیز مومن کو دی جاتی ہے وہ احکام نہیں ہوتے، بلکہ صرف خوشخبریاں ہوتی ہیں یعنی امر غیب اور مستقبل کے کچھ اطلاعات اور مناظر"

سچ ہے ؎

تہیدستانِ قسمت را چہ سود از رہبرِ کامل ✧ کہ خضر از آبِ حیواں تشنہ می آرد سکندر را

نہ یہ قرآن کریم کی تعلیم ہے، نہ احادیث میں اس کا کچھ ذکر ہے، نہ مسلمانوں کی تیرہ صد سالہ تاریخ اس پر شاہد ہے۔ اگر ان تمام والہانہ قربانیوں کا نتیجہ جو صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین نے کیں، اور رضی اللہ عنہم و رضوا عنہ کا سرٹیفیکیٹ حاصل کیا۔ اس سرٹیفیکیٹ کا مآل یہی ضلالت و گمراہی تھا۔ تو یہ بدبختی چھپانے کے لائق ہے اظہار کے لائق ہرگز نہیں مسلمانوں کو نہیں

بقیہ حاشیہ صفحہ:- رویاہائے صالحہ اور الہام ایسی ہی چیزیں ہیں جنکی قطعیت یقینی نہیں تو یہ شرم سے ڈوب مرنے والی چیزیں ہیں فخر و مباہات کے لائق ہرگز نہیں۔ کیا یہی اسلام ہے جو آپ سیرۃ النبی کے ذریعہ لوگوں تک پہنچانا چاہتے ہیں۔ خدا کے لئے کچھ تو خدا کا خوف کیجئے۔ کیوں سیرۃ النبیؐ کی مقدس اوٹ میں اسلام کی جڑوں پر تبر رکھ دیا ہے۔

اگر رویائے صالحہ اور الہام ویسی ہی لغو چیزیں ہیں تو خدا تعالےٰ کو کیا مجبوری پیش آگئی ہے کہ وہ ان کے بغیر رہ نہیں سکتا۔ اور انسانوں کو اس لغویت کی ضرورت ہی کیا ہے کیا اس ضلالت و گمراہی کے بغیر ان کا گذارہ نہیں ہو سکتا؟

ایسے بدقسمت اور بدنام کنندۂ نکونامے چند مسلمانوں کو ڈوب مرنا چاہئے کہ جن سے یہود نامسعود ہزار درجہ بہتر رہے ۔ جن کے مرد تو ایک طرف عورتیں بھی باوجود نبی اور ولی نہ ہونے کے قطعی الہام اور یقینی وحی کے انعام سے سرفراز ہوتی رہیں۔

جبرائیل کا نزول ان پر ہوتا رہا ، قاصد بھی ان کے پاس آتے رہے ، اور خدا سے سُکھ خبر بھی ان کو دیتے رہے ۔ افسوس ! یہ ساری بدبختی اور بدنصیبی آپ نے اپنے حصہ میں محض اس لئے رکھی کہ اسلام کا شاندار محل گرتا ہے تو بلا سے مدعیانِ قادیان بھی کسی طرح نیچے آکر مر جائیں۔ مگر جسے خدا رکھے اسے کون چکھے ، مدعیانِ قادیان تو بڑی ہستیاں ہیں ، ان کے ادنےٰ ادنےٰ کفش بردار بھی الہام اور کشف ، اور رویائے صالحہ دیکھتے ہیں جو سید سلیمان ندوی والے رویائے صالحہ ہیں ، بلکہ وہ جن کا نام اس افصح العرب والعجم نے مبشرات رکھا ہے ، کی دولت سے مالا مال ہیں ، اور اپنی خوش بختی پر نازاں آپ کے قلب کا بلب اگر فیوز نہیں ہوگیا ، اور اگر آپ من کان فی ھٰذہٖ اعمٰی فھو فی الاٰخرۃ اعمٰی واضل سبیلا کا مصداق نہیں رہنا چاہتے تو آپ بھی اپنے گھر میں بجلی کی فٹنگ کرا کر بجلی کا کنکشن لے لیجئے۔ ورنہ یوم یعض الظالم علیٰ یدیہ یقول یالیتنی اتخذت مع الرسول سبیلاo یویلتیٰ لیتنی لم اتخذ فلاناً خلیلاo لقد اضلنی عن الذکر بعد اذ جاءنی وکان الشیطٰن للانسان خذولاo وقال الرسول یارب ان قومی اتخذوا ھذا القراٰن مھجوراo وکذٰلک جعلنا لکل نبی عدوا من المجرمین وکفیٰ بربک ھادیا و نصیراo (فرقان ع ۳)۔ اور ان تقول نفس یٰحسرتیٰ علیٰ ما فرطت فی جنب اللہ وان کنت لمن السٰخرین کا نظارہ دیکھنا نصیب ہوگا ۔ اللہ تعالیٰ آپ کو درک الشقاء اور سوء القضاء سے محفوظ رکھے ۔ آمین ثم آمین ۔

قرآن کریم اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے کمالات تامہ کے متعلق جو حضور کو واقعتہً حاصل ہیں ۔ ایک اور اقتباس سرمہ چشم آریہ صفحہ ۱۳۹ بغرض ملاحظہ اشرف عریضہ ہذا کے ساتھ منسلک کرتا ہوں :-

"کلامِ الٰہی اگرچہ فی ذاتہ کلامِ انسانی سے ایسا ہی ممیز ہے جیسا خدا انسان سے تمیز تام رکھتا ہے۔ لیکن باوجود اس کے فیضانِ وحی حسبِ استعداد و حالتِ صفوت و اخلاقِ فاضلہ و ملکاتِ صالحۂ وحی یاب ہوا کرتا ہے۔ اور اسی کی طرف ایک روحانی اشارہ ہے۔ جو قرآن شریف میں پایا جاتا ہے۔ یعنی یہ کہ وہ پاک کلام بہت سے فرشتوں کی حفاظت کے ساتھ اُترا ہے۔ سو ظاہری فرشتے تو معلوم ہی نہیں۔ مگر پاک اخلاق اور پاکیزہ حالتیں اور شوق اور ذوق سے بھری ہوئی وارداتیں اور دردِ دل اور جوششِ محبت اور صدق و صفا و تبتل و وفا و توکل و رضا و نیستی و فنا اور شور شہائے عشقِ مولا ایک قسم کے فرشتے ہی ہیں۔ جو قادرِ مطلق نے اپنے اس محبوب افضل الرسل کے وجود میں اکمل و اتم طور پر پیدا کئے تھے۔ اور پھر اسی کے اتباع سے ہر ایک مومن کامل کے دل میں بھی باذنہ تعالےٰ پیدا ہو جاتے ہیں۔ اور اگرچہ عام مومنوں میں بھی جو ابھی حالتِ کمالیہ تک نہیں پہنچے ان کا تخم پایا جاتا ہے۔ لیکن وہ تخم اس چھپی ہوئی آگ کی طرح ہے جو بافروختہ آگ کا کام نہیں دے سکتی۔ جیسے ظاہر ہے کہ انڈا مرغ کا قائم مقام نہیں ہو سکتا۔ اور نہ بیج درخت کا کام دے سکتا ہے۔ اور اگرچہ ہر ایک زمین کے نیچے پانی ہے۔ لیکن بجز بہت سی جانکنی اور محنت اور مدت تک زمین کھودنے کے وہ پانی نکل نہیں سکتا۔ اسی طرح آتشِ شوقِ الٰہی جب تک اپنے کمالِ اشتعال کو نہ پہنچے تب تک اس کے فوائد مترتب نہیں ہو سکتے لیکن جب وہ چاروں طرف سے مشتعل ہو جاتی ہے تب دخلِ شیطان سے محفوظ رکھنے کیلئے فرشتوں کا کام دیتی ہے۔ اور ملائکہ کی حفاظت میں شمار کی جاتی ہے۔ پاک اعمال، پاک حالتیں، پاک وارداتیں، پاک جوش اور پاک زور اور پاک حزن اور پاک اخلاق ظہور حسب اپنے استعمال اور کمال کی حالت میں ہوں۔ تو ان نیک اور ہوشیار چوکیداروں کی طرح ہیں، جو اپنے مالک کے محل کے دروازوں پر چاروں طرف دن رات پہرہ کے لئے کھڑے رہتے ہیں۔ سو ہر چند اس محل

کے سارے دروازے کھلے ہیں۔ یعنی ہر قسم کی قوتیں اور استعدادیں ہیں۔ مگر بباعث تقید محافظین بجز سرد ہوا اور محبوب چیزوں کے کوئی نابکار چیز زنادہ نہیں جا سکتی۔ اور اگر کتا یا چور اندر جانے کا ارادہ کرتا ہے۔ تو پکڑا جاتا ہے۔ اور مار کھاتا ہے لیکن وہ محل جس کے دروازے تو کھلے ہیں مگر دروازوں پر کوئی نیک اور ہوشیار چوکیدار نہیں۔ گو اس میں ٹھنڈی ہوا اور اچھی اچھی چیزیں بھی داخل ہوتی ہیں۔ مگر ایسے گھر کو اکثر چور لگے رہتے ہیں۔ اور کتے اس کی چیزوں کو پلید کرتے رہتے ہیں۔ سو یہ گھر خرابی کی حالت میں رہتا ہے پس جس جگہ صفوت و عصمت و تبتل و محبت کامل و تام و حزن و درد و شوق و خوف ہے اس جگہ انوار وحی کے کامل تجلیات بغیر آمیزش کسی نوع کی ظلمت کے وارد ہوتے رہتے ہیں۔ اور آفتاب کی طرح چمکتے ہوئے نظر آتے رہتے ہیں۔ اور جس جگہ یہ مرتبہ کمال تام کا نہیں، اس جگہ وحی بھی اس عالی مرتبہ سے متنزل ہوتی ہے۔ غرض وحی الہٰی ایک ایسا آئینہ ہے جس میں خدا تعالےٰ کی صفات کمالیہ کا چہرہ حسب صفائی باطن نبی منزل علیہ کے نظر آتا ہے۔ اور چونکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اپنی پاک باطنی اور انشراح صدری و عصمت و حیا و صدق و صفا و توکل و وفا اور عشق الہٰی کے تمام لوازم میں سب انبیاء سے بڑھکر اور سب سے افضل و اعلیٰ و اکمل و ارفع و اجلیٰ و اصفیٰ تھے۔ اس لئے خدائے جلشانہ نے انکو عطر کمالات خاصہ سے سب سے زیادہ معطر کیا۔ اور وہ سینہ و دل جو تمام اولین و آخرین کے سینہ و دل سے فراخ تر و پاک تر و معصوم تر و روشن تر و عاشق تر تھا وہ اسی لائق ٹھیرا کہ اس پر ایسی وحی نازل ہو جو تمام اولین و آخرین کی وحیوں سے اقویٰ و اکمل و ارفع و اتم ہو کر صفات الہٰی کے دکھانے کے لئے ایک نہایت صاف اور کشادہ اور وسیع آئینہ ہو۔ سو یہی وجہ ہے کہ قرآن شریف ایسے کمالات عالیہ رکھتا ہے جو اس کی تیز شعاعوں اور شوخ کرنوں کے آگے تمام صحف سابقہ کی چمک کالعدم ہو رہی ہے۔ کوئی ذہن ایسی صداقت نکال نہیں سکتا جو پہلے ہی سے اس میں درج نہ ہو۔ کوئی فکر ایسے براہین عقلی پیش نہیں کر سکتا جو پہلے ہی سے اس نے پیش نہ کی ہو۔ کوئی تقریر ایسا قوی اثر دل پر ڈال نہیں سکتی جیسا قوی اور

پُر برکت اثر وہ لاکھوں دلوں پر ڈالتا آیا ہے۔ وہ بلاشبہ صفاتِ کمالیہ تعالیٰ کا ایک نہایت مصفّیٰ آئینہ ہے جس میں سے وہ سب کچھ ملتا ہے جو ایک سالک کو مدارجِ عالیۂ معرفت تک پہنچنے کے لئے درکار ہے۔" (سرمہ چشم آریہ)

اس روح پرور، ایمان افزا اور تاثیر میں ڈوبی ہوئی تحریر کو پڑھیں، بار بار پڑھیں اور ایمان سے کہیں کہ کیا تیرہ سو سال میں قرآن کریم اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی یہ تعریف کسی اور نے بھی کی ہے۔ کیا سیرت النبی کی مقدس اوٹ میں آپ اس نور کو اپنے مُنہ کی پھونکوں سے بجھانے کی کوشش فرما رہے ہیں۔ چونکہ آپ تما حسبِ حال نہیں ہیں اپنے خشک علم کی بنا پر نبوت کا کمال اسی میں سمجھتے ہیں "خدا نے کسی نہ کسی طرح ان کو اپنے کلام و ارشاد سے مفتخر اور اپنے احکام سے مطلع فرمایا ہے۔ ان کے ادراک و احساس کی قوتوں کو اس قدر بلند کیا کہ عام انسانوں کو جو چیزیں نظر نہیں آتیں ان کو نظر آتی ہیں۔ عامۂ بشر جن آوازوں کو نہیں سن سکتے، وہ ان کو سنائی دیتی ہیں۔ ملائکۂ الٰہی خدا کے قاصد بنکر ان کے پاس آتے ہیں۔ صداقت کے لحاظ سے ان کے خواب و بیداری کا ایک ہی عالم رہا ہے۔ کیونکہ گو ان کی آنکھیں سوتی ہیں لیکن ان کے دل نہیں سوتے۔ اور ان کو اللہ تعالےٰ نے اپنی نشانیوں میں سے کوئی نہ کوئی نشانی بھی عطا فرمائی ہے۔" (جلد سوم ص۲۲) مگر افسوس ہے کہ ان سب باتوں میں سے کسی ایک کا بھی آپ کو ذاتی تجربہ نہیں ہے۔ صرف حدیثوں میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق اس قسم کی روایات پڑھکر اپنے طور پر اندازہ لگا لیا کہ نبی میں یہ یہ باتیں ہوتی ہوں گی۔ کبھی قرآن کریم میں تدبّر کرنے کی توفیق شاید آپ کو نہیں ملی۔ ورنہ کبھی یہ خیال کیا کہ نبی کیا ہوتا ہے۔ اس کے آنے کی غرض کیا ہے۔ اس کی صداقت کس طرح پرکھی جاتی ہے۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اگر سلسلۂ نبوت بند ہو جاوے تو اس کا نقصان کیا ہے۔ خدا پر کیا الزام عائد ہوتا ہے۔ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے کمالات کی کس طرح تنقیص ہوتی ہے۔ اور بغیر انبیاء کے دُنیا کا اخلاقی اور روحانی بیڑا کس طرح غرق ہو جاتا ہے۔ صرف خاتم النبیین کا لفظ دیکھکر طوطے کی طرح رٹ لیا ہے کہ نبوت بند ہے۔ حالانکہ یہ سلسلہ بند کر دینے کا سب سے بڑا نقصان یہ ہے، کہ لوگ باوجود عالم ہونے کے ناکردنی اور ناگفتنی باتوں سے پرہیز نہیں کرتے۔ آپ اپنی طرف ہی دیکھ لیں کہ باوجود اس کے کہ آپ اوّل تو سیّد کہلاتے ہیں، پھر مسلمان ہیں، پھر ایک مؤقر رسالہ کے ایڈیٹر ہیں، عالم ہیں،

مصنف اور مؤلف ہیں ضعیف العمری کی وجہ سے چراغ سحری ہیں، مگر باین ہمہ دل میں خدا کے خوف اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کا یہ حال ہے کہ من کذب علیّ متعمداً فلیتبوء مقعدہ من النار کی پرسش جتنی بھی پرواہ نہ کرتے ہوئے ایک طرف آپ سراسر تحکم کی راہ سے فرماتے ہیں۔ کہ قرآن کریم کی رو سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوت بند ہے۔ حالانکہ قرآن کریم فرماتا ہے، نبوت بند کرنے والے متکبر اور جبار لوگ ہوتے ہیں، ان کے دلوں پر مُہر ہوتی ہے، یہ عقیدہ اللہ تعالےٰ اور مومنوں کی سخت ناراضگی کا موجب ہے۔

آپ نبوت کے بند ہونے کو بشارت بھی قرار دیتے ہیں اور دبی زبان سے یہ بھی اقرار کر لیتے ہیں کہ صحابہؓ پر یہ بات سخت گذری۔ تجاہلِ عارفانہ کرکے آپ یہ بھی فرماتے ہیں، کہ ابن مریمؑ کے نزول کی خبر ہے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اسے نبی کے نام سے پکارتے ہیں۔ مگر آپ فرماتے ہیں "کسی نبی کی بعثت کی خبر نہیں" آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں، خُتم بی النبیون۔ جس کا مطلب عام فہم طور پر یہ ہے کہ نبوت کے لئے جو ساری دُنیا اور ساری اقوام میں سے امیدوار لئے جاتے تھے اب دوسری اقوام میں سے امیدوار نہیں لئے جاویں گے۔ بلکہ الٰہی گورنمنٹ نے آئندہ کے لئے یہ فیصلہ فرما دیا ہے کہ یہ عہدہ اب اپنے ملازمین کے سوا کسی کو نہ دیا جاوے گا۔ اور ملازمین میں سے بھی صرف اُس کو مل سکیگا جو اپنی حسنِ کارکردگی اور ذاتی قابلیت کی وجہ سے مستحق سمجھا جاوے گا۔ مگر آپ فرماتے ہیں، خدا نے نبوت کا عہد ہی اُڑا دیا ہے۔ حالانکہ نبوت وہ عہدہ ہے جس سے خدا کی ہستی کا پتہ لگتا ہے، اُس کی توحید کا قیام ہوتا ہے، بے عملی اور بدعملی کی موت سے نجات ملتی ہے۔ تالیفِ قلوب ہو کر قوم آپس میں بھائی بھائی بنتی ہے۔ ایک واجب الاطاعت امام، ایک مرکز، ایک بیت المال قائم ہو کر از سرِ نو زندگی ملتی ہے۔ ختم بی النبیون کا مفہوم من یبتغ غیر الاسلام دیناً فلن یقبل منہ وھو فی الاٰخرۃ من الخٰسرین کے عین مطابق ہے۔ مگر آپ فرماتے ہیں، چوہے اور چور جس قدر چاہیں گھر میں اودھم مچائیں مگر بلی اور چوکیدار کوئی نہ آئے۔ گویا آپ When The Cat is away, the Mice will play کا نظارہ دیکھنا اور دکھانا چاہتے ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ سچ فرمایا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے (۱) شر البشر شرار العلماء (۲) علماءھم شر من تحت ادیم السماء۔

کیا ایسے بیباک علماء کو خدا رسول سے کوئی تعلق ہو سکتا ہے جو ہوائے نفسانی میں بہے جا رہے ہوں۔ اور اللہ رسول کی پرواہ ہی کوئی نہ کریں علماء تو وہ ہوتے ہیں جو تختۂ دار پر بھی حق بات کہنے سے نہ چوکیں۔

انما یخشی اللّٰہ من عبادہ العلماء۔

قرآن میں تو لکھا ہے خاتم النبیین، مگر یار لوگوں نے خود غرضی سے تحریف کر کے ختم نبوت کی اصطلاح گھڑ لی ہے۔ حدیث میں تو لکھا ہے ختم بی النبیون مگر یہ لوگ اپنی نادانی سے نہیں بلکہ خود رائی سے ختم بی النبیون کا یہ مفہوم سمجھتے ہیں۔ حالانکہ خاتم النبیین اور ختم نبوت اور ختم بی النبیون اور ختم بی النبوۃ علیحدہ علیحدہ ترکیبیں ہیں اور ان کے مفہوموں میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔

فافہم و کن من المفکرین والمعتنین۔

خاکسار عطا محمد

امرتسر	بسم اللہ الرحمن الرحیم ٭ نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

۶ر فروری ۱۹۳۵ء "الم یان للذین آمنوا ان تخشع قلوبہم لذکر اللہ وما نزل من الحق"

بگرامی خدمت قبلہ سید سلیمان صاحب مد ظلہ العالیٰ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ اس عاجز نے مورخہ ۱۸ر دسمبر ۳۴ء کو ایک ملفوف آں مکرم کی خدمت میں ارسال کیا تھا۔ یہ تو میں خیال نہیں کر سکتا کہ وہ آپ کو موصول نہ ہوا ہو، البتہ ذرا طویل ہونے کی وجہ سے یہ امکان ضرور ہے کہ اس میں مندرج جملہ امور کا بیک وقت جواب دینے کیلئے زیادہ مہلت درکار ہے۔ مگر میرا خیال ہے کہ جیسا کہ میں نے ابتداء ہی میں عرض کر دیا تھا، کہ میرے بنیادی مطالبے صرف تین ہی ہیں۔ اور ان کے جواب کے لئے جس قدر تاخیر آں مکرم کی طرف سے ہو گئی ہے وہ ضرورت سے زیادہ ہے۔ پس میں اس خط کے ذریعہ سے ایک بار پھر آں مکرم کی خدمت میں ملتمس ہوں کہ (۱) براہ کرم مجھے اس عریضہ کے جواب سے جلد از جلد سرفراز فرمایا جاوے۔ اور اگر تا حال جواب تیار نہیں ہوا تو (۲) کم از کم مجھے یہ اطلاع دیدی جاوے کہ کب تک اسکے جواب کی مجھے توقع رکھنی چاہیئے۔ (۳) اگر آپنے اس کا جواب نہ دینا ہو تو پھر میرا خط جو میں نے خوشخطی کا التزام کرتے ہوئے اس محنت اور دیدہ ریزی سے لکھا تھا بلفظہٖ بعینہٖ بیرنگ ہی مجھے ارسال فرما دیں۔ میں آپ کی یہی بڑی بندہ نوازی سمجھوں گا۔

مجھے افسوس ہے کہ جس خندہ پیشانی سے آپ نے تحقیق حق میں میری رہنمائی کے لئے آمادگی کا

اظہار فرمایا تھا اس کا انجام "خموشی معنے دارد کہ در گفتن نمے آید" پر ہوتا ہوا نظر آرہا ہے۔ اگر مجھ سے کوئی خطا ہوگئی ہے تو اُسے للہ فی اللہ معاف فرما کر اصل امر کے جواب سے مجھے خوش وقت فرمائیں۔ کہ آخر اس میں بھی حصولِ رضائے الٰہی کا بہت بڑا راز پنہاں ہے۔ والکاظمین الغیظ والعافین عن الناس واللہ یحب المحسنین ۰

میں امید کرتا ہوں کہ میری قسم کا پاس کرتے ہوئے آپ مجھے خط کے جواب سے محروم نہ رکھیں گے۔ اگرچہ گزشتہ خط میں بھی میں بہت کچھ عرض کر چکا ہوں۔ مگر میں اس محبت کے تقاضا سے جو مجھے غائبانہ آپ سے ہے کمال اخلاص اور ہمدردی سے ایک بار پھر آپ کی خدمت میں عرض کرتا ہوں کہ حق کو قبول کرنا بہت بڑے اولوالعزم اور مستقیم الحال لوگوں کا کام ہے۔ اور قبولِ حق کے راستہ میں جو جو مشکلات ہیں ان کا خیال کر کے بھی انسان لرزہ براندام ہو جاتا ہے مگر بمصداق احسب الناس ان یترکوا ان یقولوا امنا وھم لا یفتنون۔ جبتک انسان یہ امتحان پاس نہ کرے صادق الایمان ہونے کا سرٹیفکیٹ حاصل نہیں کر سکتا۔ آپ بھی یہ امتحان پاس کریں، اللہ تعالیٰ آپ کو ایک ایسی لازوال عزت آسمان پر دیگا جو آپکے وہم و گمان میں بھی نہ آئی ہوگی۔ قل ان کان اٰباؤکم ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ رات کو سوتے وقت پڑھیں اور تقویٰ اللہ کو مدنظر رکھکر میری معروضات پر ٹھنڈے دل سے غور فرمائیں اور دل کو بغض و محبت کے جذبات سے خالی کر کے صراطِ مستقیم کی خلوصِ نیت سے دعا کریں، اللہ تعالیٰ ضرور آپکی رہنمائی فرمائے گا۔

عاجز علی محمد از امرتسر ۶ رفروری ۴۵ء

دارالمصنفین

۱۲ رفروری ۴۵ء

مکرم۔ السلام علیکم

کارڈ حضرت مولانا سید سلیمان صاحب ندوی مدظلہ العالی کے نام موصول ہوا۔ جناب کو غالباً علم نہو۔ مولانا دو ماہ سے دارالمصنفین سے باہر ہیں۔ موصوف آل انڈیا ہسٹاریکل کانگریس کی صدارت کے سلسلہ میں مدراس تشریف لیگئے تھے۔ وہاں سے بمبئی اور اب حیدرآباد میں تشریف رکھتے ہیں۔ مطلع عرض ہے کہ ابھی یہ بھی نہیں کہا جا سکتا کہ جناب کے والا نامہ کا جواب کب تک جائیگا۔ کیونکہ ابھی حضرت مولانا کے واپسی کی کوئی تاریخ متعین نہیں ہے۔

والسلام

سید اسلم ۰

گذشتہ سے پیوستہ

سید سلیمان صاحب کے خطوط میں سے باقی ماندہ قابل جواب امور

(از مولوی عطاء محمد صاحب امبرتسر)

امید ہے۔ آپ پر واضح ہو گیا ہوگا۔ کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کی شان اس عقیدہ سے ظاہر ہوتی ہے۔ کہ ہر قسم کے روحانی فیوض حضورؐ کی وساطت سے ملیں۔ اور جیسے حضورؐ چاہیں اُسے ملیں۔ یا اس عقیدہ سے کہ آپؐ کی ذات پر تمام فیوض و برکات کا خاتمہ ہو جاوے۔ اور آئندہ کے لیے کسی کو کوئی روحانی درجہ نہ ملے۔ نہ آپؐ کی وساطت سے اور نہ براہ راست۔

ظاہر ہے کہ رحمۃً لِّلعٰلمین حضورؐ کی شان میں اسی لئے وارد ہوا۔ کہ حضورؐ رحمت کے دروازے کھولنے والے ہیں (اپنے لئے اور اپنے کامل متبعین کے لئے) پس بفحوائے انّا ارسلنٰک شاھداً ومبشّراً ونذیراً لتؤمنوا باللہ و رسولہٖ وتعزّروہُ وتوقّروہ وتسبّحوہ بکرۃً واصیلاً۔ اللہ رسول پر ایمان کے دعویٰ میں صادق وہی ہے۔ جو اس پہلو کو اختیار کرے جس سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی عزّت و توقیر ہو۔ اور اپنے لئے ہلاکت کا موجب سمجھے اس پہلو کو جس میں حضور پُرنور کی (نعوذ باللہ نعوذ باللہ) تحقیر کا ذرا سا بھی شائبہ پایا جاوے۔

آں مکرم نے مجھے یہ نصیحت بھی فرمائی ہے کہ میں اپنا وقت کسی مفید شغل میں صرف کروں اس کے متعلق سب سے اول میں آں مکرم کا تہ دل سے شکرگزار ہوں۔ اس کے بعد میں مختصر طور پر صرف یہ عرض کرتا ہوں کہ جب (۱) مسلمانوں کا ایک واجب الاطاعت امام تھا۔ (۲) جب ان کا ایک مرکز تھا (۳) ان کا ایک بیت المال تھا (۴) ان کا ایک محکمۂ قضا تھا تو (۵) ان کا سب سے مفید اور محبوب مشغلہ اللہ تعالےٰ نے یہ تجویز فرمایا تھا۔

۱۔ کنتم خیر اُمّۃ اخرجت للنّاس تأمرون بالمعروف وتنھون عن المنکر وتؤمنون باللہ۔

۲- من احسنُ قولاً ممّن دعا الی اللہ وعمل صالحاً وقال انّنی من المسلمین - اور مسلمان اس تندہی - شغف اور انہماک سے اس فریضہ کی ادائیگی میں مشغول تھے - کہ انہیں سخت سے سخت تکالیف پہنچائی جاتی تھیں - دیکھتے ہوئے کو ملوں پر لٹایا جاتا تھا - جلاوطن کیا جاتا تھا - جانی اور مالی نقصان پہنچایا جاتا تھا - مگر ان سب مصائب کی برداشت کرتے تھے - پر اپنا محبوب شغلہ نہ چھوڑتے تھے حتیٰ کہ شاہی درباروں میں جلاوطنی کی حالت میں بھی بے دھڑک اظہارِ کلمۃ الحق سے باز نہ رہ سکتے تھے - اور اگرچہ میں ڈرتا ہوں کہ خط کے غیر معمولی طور پر لمبا ہو جانے سے آپ کا ناظر خاطر ملول نہ ہو جاوے لیکن موقعہ کے مناسب منہ پر آئی ہوئی بات چونکہ رک نہیں سکتی اس لئے میں اپنا مافی الضمیر حضرت جعفر ابن ابی طالب کی زبانی عرض کرتا ہوں -

"ایھا الملك كنا قوماً اهل جاھلیۃٍ نعبد الاصنام و ناكل المیتۃ ونأتی الفواحش ونقطع الارحام ونسی الجوار ویاكل القوی منّا الضعیف فكنا علیٰ ذٰلك حتّٰی بعث اللّٰہ الینا رسولاً منّا نعرف نسبہٗ وصدقہٗ وامانتہٗ وعفافہٗ فدعانا الی اللہ لنوحدہٗ ونعبدہٗ ونخلع ما كنّا نعبد نحن وآباؤنا من دونہ من الحجارۃ والاوثان وامرنا بصدق الحدیث و اداء الامانۃ وصلۃ الرحم وحسن الجوار والكف من المحارم والدماء ونہانا عن الفواحش وقول الزور واكل مال الیتیم وقذف المحصنۃ وامرنا ان نعبد اللہ وحدہ لا نشرك بہ شیئاً وامرنا بالصلوٰۃ والزكوٰۃ قالت فعدد علیہ امور الاسلام فصدقناہ وامنّا بہ واتبعناہ علیٰ ما جاء بہ من اللہ فعبدنا اللہ وحدہ فلم نشرك بہ شیئاً وحرّمنا ما حرّم علینا واحللنا ما احل لنا فعدا علینا قومنا فعذّبونا وفتنونا عن دیننا لیردّونا الی عبادۃ الاوثان عن عبادۃ اللہ تعالیٰ وان نستحل ما كنا نستحل من الخبائث فلمّا قھرونا وظلمونا وضیقوا علینا وحالوا

بیننا و بین دیننا خرجنا الی بلادک و اخترناک من سواک و رغبنا فی جوارک و رجونا ان لا نظلم عندک ایھا الملک " (سیرۃ ابن ہشام مطبوعہ مصر)

لیکن جب مسلمانوں نے قرآن کو ترک کر دیا۔ فرقہ فرقہ ہو جانے کی وجہ سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے انکا قطع تعلق ہو گیا۔ ان کے قول اور فعل میں مطابقت نہ رہی۔ یہود و نصاریٰ کے قدم بقدم چل کر ضلالت و گمراہی کے تاریک و تار گڑھے میں گر گئے اور بدنام کنندہ نکو نامے چند کا مصداق ہو گئے۔ اور ان کا وجود اسلام اور پیغمبر اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام کیلئے باعث ننگ و عار بن گیا۔ اور دین متین کی حالت وہ ہو گئی جس کا نقشہ اشعار ذیل میں کھینچا گیا ہے ؎

بیکسے شد دین احمدؐ ہیچ خویش و یار نیست ٭ ہر کسے در کار خود با دین احمدؐ کار نیست
ہر طرف سیل ضلالت صد ہزاراں تن ربود ٭ حیف بر چشمے کہ اکنوں نیز ہم بیدار نیست
اے مسلماناں خدارا یک نظر بر حال دیں ٭ آنچہ مے بینم بلاہا حاجت اظہار نیست
آتش افتاد است در دین کشش بگریز اے کیاں ٭ دیدنش از دور کار مردم دیندار نیست

مے سزد گر خوں ببارد دیدۂ ہر اہل دیں ٭ بر پریشاں حالئے اسلام و قحط المسلمیں
دین حق را گردش آمد صعبناک و سہمگیں ٭ سخت شورے اوفتاد اندر جہاں از کفر و کیں
آنکہ نفس اوست از ہر خیر و خوبی بے نصیب ٭ مے تراشد عیبہا در ذات خیر المرسلیں
تیر بر معصوم مے بارد خبیث بدگہر ٭ آسماں را می سزد گر سنگ بارد بر زمیں
ہر طرف کفر است جوشاں ہمچو افواج یزید ٭ دین حق بیمار و بیکس ہمچو زین العابدیں

تو اللہ تعالیٰ نے " انا نحن نزلنا الذکر و انا لہ لحافظون " کے وعدہ کو یاد فرما کر بمصداق " نُرِيدُ أَنْ نَمُنَّ عَلَى الَّذِينَ اسْتُضْعِفُوا فِي الْأَرْضِ وَنَجْعَلَهُمْ أَئِمَّةً وَنَجْعَلَهُمُ الْوَارِثِينَ " قادیان کی مقدس بستی سے حضرت مرزا غلام احمد صاحبؑ کو کشتی اسلام کا کھیوا اور باغ ملت کا مالی بنا کر کھڑا کر دیا۔ جنہوں نے پوری قوت اور پوری شوکت کے ساتھ گم گشتگان بادیۂ غوایت کو پکارنا اور " بازہ اے فتنے اپنی گرمی رفتار سے " کے فلک بوس نعروں سے

للکارنا شروع کر دیا ؎

من خود از بہر ایں نشان زادم ÷ دیگر از ہر غمے دل آزادم!
ایں سعادت چو بود قسمت ما ÷ رفتہ رفتہ رسید نوبت ما
نعرہ ہا مے زنم بر آب زلال ÷ ہمچو مادر دواں پئے اطفال
تا مگر تشنگانِ بادیہ ہا! ÷ گردم زیں فغان و صلا!
لیک شرط است عجز و صدق و صفا ÷ آمدن با نیاز و خوفِ خدا
جستن از غربت و تذلل دل ÷ با خلوص و اطاعتِ کامل
گر نہ کوں ہم کسے بتابد سر ÷ گیرد از راہِ عدل راہِ دگر
نے زما پرسد و نہ خود داند ÷ نے زکیں روئے خود بگرداند
آں نہ انساں کہ کرمکے دون است ÷ راندۂ بارگاہِ بیچون است
سروکارے بحق نمے دارد ÷ لاجرم لعنتش برو بارد
حجت مومناں بروست تمام ÷ کارِ ما پختہ عذرِ او ہمہ خام

اس آسمانی آواز میں کچھ اس قسم کا جادو بھرا ہوا تھا کہ جس جس شخص کے کان میں یہ آواز پڑ گئی۔ وہ اس شمع ہدایت کا پروانہ اور عقل و خرد سے بیگانہ ہو کر دیوانہ وار یہ کہتا ہوا اس منادی کی طرف دوڑا۔ ربنا اننا سمعنا منادیا ینادی للایمان ان امنوا بربکم فامنا ربنا فاغفر لنا ذنوبنا وکفر عنا سیاتنا وتوفنا مع الابرار۔ حتیٰ کہ تھوڑے ہی عرصہ میں سرفروشانِ اسلام کی ایک ایسی پاکیزہ جماعت تیار ہو گئی کہ ؎

سینۂ شاں زغیرِ حق پرداخت ÷ وز مئے عشق آں یگاں پُرساخت
چوں شد آں نورِ پاک شاملِ شان ÷ تافت از پردۂ بدرِ کاملِ شان
دُور شد ہر حجابِ ظلمانی ÷ شد سراسر وجود نورانی
خاطرِ شاں بجذبِ پنہانی ÷ کرد مائل بہ عشقِ ربانی
آنچناں عشق تیز مرکب راند ÷ کہ ازاں مشتِ خاک ہیچ نماند
نے خودی ماند نے ہوا و ہوس ÷ اوفتادہ بخاک و خوں سرکش
عاشقانِ جلالِ روئے خدا ÷ طالبانِ زلالِ جوئے خدا

پُر ز عشق و تہی ز ہر آزے ÷ گشت و زیشاں نجات آوازے

پاک گشتہ ز روش ہستی خویش ÷ رستہ از بند خود پرستی خویش

آنچناں یار در کمند انداخت ÷ کز ندانند باد گر پرداخت

قدم خود زدہ براہ عدم ÷ گم بیادش ز فرق تا بقدم

ذکر دلبر غذائے مغز حیات ÷ حاصل روزگار و مغز حیات

سوختہ ہر غرض بجز دلدار ÷ دوختہ چشم خود ز غیر نگار

دل و جاں بر رخے فدا کردہ ÷ وصل او اصل مدعا کردہ

مردہ و خویشتن فنا کردہ ÷ عشق جوشید و کارہا کردہ

از دیار خودی شدند جدا ÷ سیل پُر زور بود بُرد از جا

لاجرم یافتند نورِ خدا ÷ چوں خودی رفت شد ظہورِ خدا!

اس جماعت کا کام حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ارشاد ؎

بکوشید اے جواناں تا بدیں قوت شود پیدا
بہار و رونق اندر روضۂ ملت شود پیدا

کے مطابق ؎ ہر طرف آواز دینا ہے ہمارا کام آج
جس کی فطرت نیک ہے آئے گا وہ انجام کار

دنیا کے گوشہ گوشہ میں اجیبوا داعی اللہ۔ اجیبوا داعی اللہ کی صدا دینا ہے اور اللہ تعالیٰ کا فضل و احسان ہے کہ اس عاجز کو بھی اس نے اس جماعت کا ایک کمترین فرد ہونے کی توفیق عطا فرمائی۔ الحمد للّٰہ الذی ھدٰنا لھٰذا وما کنا لنھتدی لولا ان ھدٰنا اللّٰہ اور تیرہ سو سال کی لمبی رات گذرنے کے بعد اپنی رحمانیت کے تقاضا سے نہ کہ ہمارے اعمال کی پاداش میں "انسانیت کے مطلع" سے ہدایت و رہنمائی کا نور" "صبح کا تڑکا" اور "آفتاب ہدایت" نمودار فرمایا۔ فالحمد للّٰہ علیٰ ذالک۔

اب بمؤدائے ارشاد باری تعالیٰ عزاسمہٗ یایھا الذین اٰمنوا من یرتد منکم عن دینہ فسوف یاتی اللّٰہ بقوم یحبھم ویحبونہٗ اذلۃ علی المؤمنین اعزۃ علی الکافرین یجاھدون فی سبیل اللّٰہ

ولا یخافون لومۃ لائم ذٰلک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء
واللہ واسع علیم۔ یعنی اے مومنو! جو کوئی تم میں سے اپنے دین سے پھر جائے گا۔
پس اللہ تعالیٰ کچھ عرصہ کے بعد ایک اور قوم لے آئے گا جن سے وہ خود محبت کرے گا اور وہ
قوم اس سے محبت کرے گی۔ مومنوں پر وہ لوگ بڑے فروتن ہوں گے اور کافروں پر غالب۔
اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کریں گے۔ اور کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہیں ڈرینگے۔
یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جسے چاہتا ہے دیتا ہے۔ اور وہ بڑی وسعت والا اور علم رکھنے والا ہے۔
(مائدہ ع ۸)

نام کے مسلمانوں سے اس مفید کام کی توفیق چھن گئی اور ایک واجب الاطاعت
امام ایک مرکز ایک بیت المال اور ایک دار القضا کی برکت سے اس مٹھی بھر جماعت
کو مل گئی۔ اللہ تعالیٰ نے وہی جوش وہی اخلاص اور وہی والہانہ سرفروشی اس
جماعت کو عطا فرمادی جو آج سے تیرہ صدیاں قبل صحابہ کرام رضی اللہ تعالےٰ عنہم
اجمعین میں پائی جاتی تھی۔ اور یہی وجہ ہے۔ کہ آج دُنیا بھر کے تمام براعظموں میں اس قلیل
سی جماعت کے باقاعدہ تبلیغی مشن موجود ہیں۔ اور آج قادیان ہی روئے زمین پر ایسی مقدس
بستی ہے جس کے جگر گوشے زمین کے گوشہ گوشہ میں اعلائے کلمۃ الحق کے مقدس
فریضہ کی ادائیگی کو اپنی زندگی کا مقصد قرار دیکر اور اس مقصد کو عملی رنگ میں حاصل کرنے
کے لئے آئے دن اپنے عزیز و اقارب سے جُدا ہوتے اور غیر ممالک کو روانہ ہوتے رہتے ہیں۔
اور چونکہ اللہ تعالیٰ نے لوگوں کی ہدایت و رہنمائی کے لئے خود ایک باقاعدہ ادارہ قائم فرما کر
واعتصموا بحبل اللہ جمیعاً ولا تفرقوا واذکروا نعمت اللہ علیکم
اذ کنتم اعداءً فالف بین قلوبکم فاصبحتم بنعمتہٖ
اخوانا وکنتم علیٰ شفا حفرۃ من النار فانقذکم منہا کذٰلک
یبین اللہ لکم اٰیٰتہٖ لعلکم تہتدون۔ (آل عمران ع ۱۱) کا مقدس
ڈھنڈورہ پیٹ دیا ہے۔ اور تمام لوگوں کو اسی ادارہ میں داخل ہونے کا عام حکم فرمایا
ہے۔ اسلئے اس کے ساتھ ہی ڈیفنس آف دین رُولز کے ماتحت۔ ہر قسم کی انجمنیں
بنانا اور مذہب اور قوم کے نام پر قسم قسم کے ڈھونگ رچانا الٰہی گورنمنٹ نے
خلاف قانون قرار دیدیا ہے۔ اور ہر قسم کے پرائیویٹ مجمعوں پر دفعہ ۱۴۴ نافذ کردی

ہے۔ یہی وجہ ہے کہ باوجودیکہ مسلمانوں نے اپنی زبوں حالی کا احساس کر کے برساتی کیڑوں کی طرح جابجا انجمنیں بنا رکھی ہیں۔ اور کئی قسم کے ادارے کھولے ہوئے ہیں۔ مگر چونکہ وہ سب منشائے الٰہی کے خلاف ہیں۔ اور خود غرضی پر مبنی ہیں اس لئے روز بروز مسلمانوں کی حالت سدھار نے کی بجائے ان کی جسمانی اخلاقی اور روحانی تباہی کا موجب بن رہے ہیں)۔ اور ایک بار پھر لو انفقت ما فی الارض جمیعًا ما الفت بین قلوبھم ولکن اللہ الف بین قلوبھم انہ عزیز حکیم (انفال ع) کی صداقت کا زبانِ حال سے اقرار کر رہے ہیں۔

ان کی اس ناکامی اور نامرادی کی وجہ یہ نہیں۔ کہ ان کے دکھوں کا علاج کوئی نہیں)۔ یا کوئی مستند اور ماہرِ فن طبیب موجود نہیں۔ بلکہ اس کی وجہ صرف اور صرف یہ ہے۔ کہ ان کی اکثریت کو تپ دق کے مریض کی طرح باوجود ہچکیاں لینے اور قریب المرگ ہونے کے اپنی مرض کا احساس ہی نہیں۔ اور وہ قدر قلیل حصہ جیسے احساس ہو چکا ہے اس میں سے کچھ اپنے آبائی خیالات سے دلبستگی کی وجہ سے۔ کچھ قوم کے طعن و تشنیع کے خوف سے کچھ جھوٹے پیروں نقلی فقیروں اور جاہل ملانوں کے پیچھے لگ کر اور کچھ رسمی علم اور خشک زہد کی آڑ میں انا خیرٌ منہ کا نعرہ مارتے ہوئے اس روحانی طبیب کے پاس تک نہیں پھٹکتے۔ پس ان کا علاج ہو تو کیسے ہو۔ اور ایسی بدنصیب قوم کے دن پھریں تو کس طرح؟۔ اور طرفہ تماشا یہ ہے۔ کہ یہ لوگ طبیب کو تو اپنا دشمن سمجھتے ہی ہیں۔ مگر جن کو اپنا محرم راز اور حقیقی خیرخواہ ظاہر کرتے ہیں ان کے مشورہ پر بھی اپنی بدبختی کی وجہ سے عمل پیرا نہیں ہوتے۔ لاکھوں لاکھ رحمتیں اور کروڑوں کروڑ برکتیں ہوں حضرت حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر جنہوں نے کوشش فرما کر اسلام پر برے دن آنے سے پیشتر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے مشکوٰۃ نبوت سے نور کا اقتباس فرما کر بھولے بھٹکے مسلمانوں کے رستہ میں چراغ ہدایت رکھدیا اور بروقت حضورؐ سے دریافت فرما لیا کہ جب اسلام پر ایسے خطرناک دن آئیں تو وہ کیا کریں چونکہ حضور پُرنور کا جواب بفحوائے اصحابی کالنجوم بایھم اقتدیتم اھتدیتم گم گشتگان بادیۂ غوایت کے لئے مشعلِ راہ اور ان کے دکھڑوں کا یقینی اور صحیح آخری علاج ہے اس لئے ان لوگوں کے لئے جو دلی شوق پورے ذوق اور کامل اخلاص سے اپنی دینی دنیوی تندرستی کے دل سے خواہاں ہیں درج ذیل کیا جاتا ہے حضور انورؐ نے فرمایا:۔

تلزم جماعة المسلمين وامامهم قلت يا رسول الله ان لم تكن لهم جماعة ولا امامٌ قال فاعتزل الفرق كلّها ولو انْ تعض باصل شجرةٍ حتّٰی يُدركك الموتُ وانت علٰی ذٰلك -

یعنی جب مسلمانوں کے بہت سے فرقے ہو جائیں تو اُس وقت ایک فرقہ ایسا ہوگا جو جماعت کہلائیگا - ان کا ایک واجب الاطاعت امام ہوگا - اُس جماعت اور امام کو لازم پکڑنا اور اس کے ساتھ مل جانا - صحابی نے عرض کی یا رسول اللہ اگر نہ کوئی جماعت ہو اور نہ کوئی امام تو پھر کیا کروں - حضور نے فرمایا پھر وہ سب پراگندہ لوگ ہوں گے - انہیں چھوڑ کر جنگل میں چلے جانا - درختوں کی جڑیں کھا کر گذارہ کرنا - اور آبادی میں نہ آنا - حتّٰی کہ تمہیں موت آجائے - (بخاری شریف)

کیسا واضح ارشاد ہے - اور اُس کتاب میں موجود ہے جو اصح الکتب بعد کتاب اللہ کہلاتی ہے - مگر اُن لوگوں کے لئے جن کے دل میں خدا کا خوف ہے - جنہیں رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم سے محبت ہے - اور جو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے حضور اپنے اعمال کی جوابدہی کے لئے حاضر ہونے سے ڈرتے ہیں - لیکن جن لوگوں میں شرم وحیا کی کوئی آثار باقی نہ ہو - ان کے نزدیک خدا رسول اور محاسبۂ اعمال کی پرکاہ کے برابر بھی حیثیت نہیں ہے - اور سچ تو یہ ہے کہ وہ مسلمان ہی کیا جو اپنے دل میں ان چیزوں سے مخالف ہو -

قبلہ سید صاحب! بلکہ آں کرم سے فاشیلا [illegible] چاہتا ہوں کہ جو خیر سے اللہ تعالیٰ نے مجھے عطا بخشا ہے آپ کو بھی اس میں شریک کروں - تا جس طرح دنیا میں آپ [illegible] آخرت میں بھی آپ [illegible] اللہ تعالیٰ کے حرف میں آجائیں کیونکہ [illegible] وہی جس کا انجام اچھا ہو - والامور بالخواتیم پس آپ [illegible] نامہ کو جو میں نے [illegible] محنت اور نہایت ہی اخلاص سے لکھا ہے - للہ غور سے مطالعہ فرمائیں - اور [illegible] مطالعہ فرمائیں - اور کہیں مجھ [illegible] طرز کلام میں [illegible] مرارت سے جو حق گوئی کے لازم حال ہوا کرتی ہے مجھے معاف فرمائیں [illegible]

واقارب اور یار دوست وہاں کچھ کام نہیں آئیں گے۔ صرف تقوی اللہ کے ماتحت کئے ہوئے
اعمال اور اخلاص سے بھری ہوئی یاد الٰہی کام آئے گی۔ راست گفتاری اور درست کرداری
سے بیڑا پار ہوگا ۔

راستی موجب رضائے خدا است ٭ کس ندیدم کہ گم شد از رہ راست

اور اگر اللہ تعالیٰ آپ کو ان باتوں کے سمجھنے اور ان پر عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرمائے
تو آپ بھی اس نظام میں منسلک ہو کر اپنی شاخ وجود کو اس بہشتی اور ثمردار
درخت سے پیوند کر لیجئے۔ کہ اس سے چند ہی یوم میں بشرطیکہ پیوند صحیح طور
پر لگ جاوے، انشاء اللہ تعالیٰ خاصیت ہی بدل جاوے گی اور آپ بدیہی
طور پر محسوس کریں گے کہ آپ کو ایک نئی اور پاکیزہ زندگی مل گئی ہے۔
اللہ تعالیٰ آپ کو بیش از بیش خدمات کی توفیق دیگا۔ اور آپ کا نام نامی و اسم گرامی بھی
دنیا تک صفحۂ روزگار پر ثبت رہے گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔ اور اگر آپ نے دانستہ انکار
کیا جیسا اس زمانہ میں اکثر ضدی اور متعصب مولویوں کا شیوہ ہے۔ اور جس کی
مجھے آپ سے ہرگز توقع نہ رکھنی چاہئے۔ تو اس کی تمام تر ذمہ واری آپ پر ہوگی۔ بلکہ
مجھے صاف الفاظ میں یہ کہنے دیجئے کہ ان تمام لوگوں کی ذمہ واری بھی آپ پر ہوگی جنہوں
نے آپ کے ان بے بنیاد اوہام پر اپنے ایمانوں کی بنیاد رکھی ہے۔ اور اس کے نتیجہ میں
انہیں ہدایت سے محرومی نصیب ہوئی ہوگی۔ وليحملن اثقالهم واثقالا
مع اثقالهم وليسئلن يوم القيمة عما كانوا يفترون (العنکبوت ع)
اس دن تلافی مافات کا کوئی موقعہ نہ ہوگا۔ بلکہ ويوم يعض الظالم على يديه
يقول يليتني اتخذت مع الرسول سبيلا يويلتى ليتني
لم اتخذ فلانا خليلا لقد اضلني عن الذكر بعد
اذ جاءني وكان الشيطن للانسان خذولا ٥ وقال الرسول
يارب ان قومي اتخذوا هذا القران مهجورا ٥ وكذلك
جعلنا لكل نبي عدوا من المجرمين وكفى بربك
هاديا ونصيرا ٥ (فرقان ع) اعاذنا الله من درك الشقاء وسوء
القضاء۔ آمین ثم آمین۔

پھر آپ فرماتے ہیں :۔ "ان فضول مباحث سے کچھ حاصل نہیں جن کو مدعیان قادیان نے پیدا کیا ہے"

یہ فقرہ آپ کی قلبی کیفیت کا آئینہ دار ہے۔ اور اُس حسد یا بُغض یا کینہ کا اظہار کر رہا ہے۔ جو آپ جیسے عالم کی شان کے شایاں نہیں ہے ؎

ہنر بچشمِ عداوت بزرگتر عیبے است ٭ گل است سعدیؔ و در چشمِ دشمناں خار است

اگر تو آپ اللہ کے۔ اللہ کے رسول کے قرآن کریم کے اور اسلام کے دشمن ہیں۔ تو واقعی مدعیانِ قادیاں بڑے مجرم ہیں۔ جو آپ کے دشمنوں سے دوستی کا دم بھرتے ہیں۔ لیکن اگر آپ ان سب کے دوست ہیں۔ تو مدعیان قادیان تو ان کے عاشقِ صادق ہیں۔ پھر وہ آپ کو بُرے کیوں لگتے ہیں۔ کیا اپنے دوستوں سے دوستی کرنے والا دوست دوست ہُوا کرتا ہے یا دشمن۔ اور ذرا حق کی مخالفت کا اثر بھی دیکھ لیجئے۔ کہ قادیان میں دعوےٰ کرنیوالا تو صرف ایک ہے۔ مگر عداوت کی وجہ سے آپ کی زبان پر کلمۂ حق کا جاری ہونا مشکل ہو گیا ہے۔ اس دعوےٰ کرنیوالے کے متعلق آپ جمع کا صیغہ استعمال کرتے اور صریحاً دروغگوئی کا ارتکاب کر رہے ہیں۔ کیا قرآن کریم میں یہ حکم نہیں۔ کہ دشمنوں کے متعلق بھی فیصلہ کرنے لگو۔ تو عدل و انصاف سے کام لو۔ اور کیا مدعیانِ قادیان کہکر آپ نے قرآنی حکم کی خلاف ورزی نہیں کی ؟ کیا مغلوب الغضب آدمی کی زبان پر کلمۂ حق جاری ہو سکتا ہے ؟ جو لوگ ادنٰے ادنٰے اختلاف کی وجہ سے آپے سے باہر ہو جائیں۔ بین الاقوامی رواداری سے کُلیتہً ناآشنا ہوں۔ اور محض اس غرض سے کہ دشمن نیچے آکے مر جائے۔ اپنا مکان گرانے کو تیار ہو جائیں۔ کیا ایسے لوگوں کا وجود اسلام اور بانئے اسلام کے لئے کسی فخر و مباہات کا موجب ہو سکتا ہے ؟

قبلہ سیدصاحب ! گستاخی معاف۔ ذرا تھوڑی تکلیف گوارا فرما کر اتنا تو معلوم کر لیجئے کہ مدعیانِ قادیان کہتے کیا ہیں۔ ان کی کتابیں مطالعہ کیجئے۔ ضرورتِ وقت کو دیکھئے۔ اور پھر خدا ترسی سے فیصلہ فرمائیے۔ اگر فردائے قیامت کو الم یاتکم نذیر کا سوال ہوا۔ تو جواب کیا دیجئے گا۔ آیا یہ کہ :۔ ان الرسالۃ والنبوۃ قد انقطعت فلا رسول بعد محمد ولا نبی جو آپ نے سیرۃ النبی میں تحریر فرمایا ہے۔ یا وہ جو قرآن کریم میں اللہ تعالےٰ نے بیان فرمایا ہے۔ بلیٰ قد جاءنا نذیر فکذبنا

وقلنا ما نزّل الله من شيء ان انتم الا في ضلٰل كبير ۔

ترسم نرسی بکعبہ اے اعرابی ÷ کیں رہ کہ تو میروی بترکستان است

مجھے یقین ہے کہ آپ نے "**مدعیان قادیان**" کی کوئی کتاب نہیں پڑھی۔ اور انکے متعلق دشمنوں نے جو جھوٹی اور شرارت آمیز باتیں مشہور کر رکھی ہیں۔ صرف ان پر اپنے یقین کی بنیاد رکھکر ایسا لکھدیا ہے۔ ورنہ وہ کتابیں تو ایسی دلچسپ۔ ایمان افروز اور جادو بھری تاثیر رکھنے والی ہیں کہ جس کی ایک دفعہ ان پر نگاہ پڑ جاتی ہے۔ وہ ہزار جان سے ان کا عاشق زار بن جاتا ہے۔ اور [illegible] ہو تو [illegible]۔ مگر وہ ان کتابوں سے جدا ہونا پسند ہی نہیں کیا کرتا۔ ان کتابوں کے مضامین تو پڑھنے سے تعلق رکھتے ہیں۔ بغیر پڑھنے کے اس آسمانی شہد کی لذت سے انسان بہرہ ور نہیں ہو سکتا۔ لیکن صحیح الدماغ دانشمند آدمیوں کو تو ان کتابوں کے ناموں میں بھی ایک جادو بھرا ہوا دکھائی دیتا ہے۔ مثلاً براہین احمدیہ۔ ازالہ اوہام۔ توضیح مرام۔ ضرورۃ الامام۔ آئینہ کمالات اسلام۔ شہادت القرآن۔ حقیقۃ الوحی۔ چشمہ معرفت وغیرہ وغیرہ۔ حمامۃ البشریٰ۔ کرامات الصادقین۔ نور الحق۔ اعجاز احمدی۔ کیا پیارے اور پاکیزہ نام ہیں۔ اور جس کتاب کو اٹھا کر دیکھو۔ وہ اسم با مسمیٰ ہے۔ اللہ تعالیٰ قرآن کریم۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اور اسلام کی تعریف اور حمد و ثنا سے مملو ہے۔ زندہ خدا۔ زندہ کتاب۔ زندہ نبی اور زندہ مذہب کی خوبیاں ان کتابوں میں کوٹ کوٹ کر بھری ہیں۔ اور جس کتاب کو جہاں سے [illegible] پڑھو۔ دل اندر ہی اندر چٹکیاں لینے اور آسمانی نور سے منور ہونے لگتا ہے۔ بشرطیکہ ایمان کی رمق اندر موجود اور قلب کا بلب فیوز نہ ہو گیا ہو۔

اب میں نمونے کے طور پر چند ایک عبارات نثر اور نظم میں آپ کے ملاحظہ کے لئے ذیل میں تحریر کرتا ہوں۔

۱۔ "نوع انسان کے لئے روئے زمین پر اب کوئی کتاب نہیں مگر قرآن اور تمام آدم زادوں کے لئے اب کوئی رسول اور شفیع نہیں مگر محمد مصطفیٰ صلے اللہ علیہ وسلم۔ سو تم کوشش کرو کہ سچی محبت اس جاہ و جلال والے نبی کے ساتھ رکھو۔ اور اس کے غیر کو اس پر کسی نوع کی بڑائی مت دو تا آسمان

پر نجات یافتہ سمجھے جاؤ۔ اور یاد رکھو کہ نجات وہ چیز نہیں جو مرنے کے بعد ظاہر ہوگی۔ بلکہ حقیقی نجات وہ ہے کہ اسی دنیا میں اپنی روشنی دکھلاتی ہے۔"
(کشتی نوح ص ۱۳)

۲۔ "اسلام ایک ایسا بابرکت اور خدا نما مذہب ہے کہ اگر کوئی شخص سچے طور پر اس کی پابندی اختیار کرے اور ان تعلیموں اور ہدایتوں اور وصیتوں پر کاربند ہو جاوے۔ جو خدا تعالےٰ کے پاک کلام قرآن شریف میں مندرج ہیں۔ تو وہ اسی جہان میں خدا کو دیکھ لیگا۔ وہ خدا جو دنیا کی نظروں سے ہزاروں پردوں میں ہے۔ اس کی شناخت کے لئے بجز قرآنی تعلیم کے اور کوئی بھی ذریعہ نہیں۔" (براہین احمدیہ حصہ پنجم ص ۵۳)

۳۔ "یہ عربی نبی جس کا نام محمدؐ ہے (ہزار ہزار درود اور سلام اس پر) یہ کس عالی مرتبہ کا نبی ہے۔ اس کے عالی مرتبہ کا انتہا معلوم نہیں ہو سکتا۔ اور اس کی تاثیر قدسی کا اندازہ کرنا انسان کا کام نہیں۔ افسوس کہ جیسا حق شناخت کرنے کا ہے اس کے مرتبہ کو شناخت نہیں کیا گیا۔ وہ توحید جو دنیا سے گم ہو چکی تھی۔ وہی ایک پہلوان ہے۔ جو دوبارہ اس کو دنیا میں لایا۔ اس نے خدا سے انتہائی درجہ پر محبت کی۔ اور انتہائی درجہ پر بنی نوع کی ہمدردی میں اس کی جان گداز ہوئی۔ اس لئے خدا نے جو اس کے دل کے راز کا واقف تھا۔ اس کو تمام انبیاء اور تمام اولین و آخرین پر فضیلت بخشی۔ وہی ہے جو سرچشمہ ہر ایک فیض کا ہے۔ اور وہ شخص جو بغیر اقرار افاضہ اس کے کے کسی فضیلت کا دعویٰ کرتا ہے۔ وہ انسان نہیں ہے بلکہ ذریت شیطان ہے۔ کیونکہ ہر ایک فضیلت کی کنجی اس کو دی گئی ہے۔ اور ہر ایک معرفت کا خزانہ اس کو عطا کیا گیا ہے۔ جو اس کے ذریعہ نہیں پاتا۔ وہ محروم ازلی ہے۔ ہم کیا چیز ہیں اور ہماری حقیقت کیا ہے۔ ہم کافر نعمت ہوں گے۔ اگر اس بات کا اقرار نہ کریں کہ توحید حقیقی ہم نے اس نبی کے ذریعہ سے پائی ہے۔ اور زندہ خدا کی شناخت ہمیں اس کامل نبی کے ذریعہ سے اور اس کے نور سے ملی ہے۔" (حقیقۃ الوحی ص ۱۱۵-۱۱۶)

۴۔ "تمہیں خوشخبری ہو کہ قرب پانے کا میدان خالی ہے۔ ہر ایک قوم

دنیا سے پیار کر رہی ہے۔ اور وہ بات جس سے خدا راضی ہو اس کی طرف ذرا بھی توجہ نہیں۔ وہ لوگ جو پورے زور سے اس دروازہ میں داخل ہونا چاہتے ہیں ان کے لئے موقعہ ہے کہ اپنے جوہر دکھلائیں اور خدا سے خاص انعام پائیں۔"

۵۔ "اے سننے والو! سنو کہ خدا تم سے کیا چاہتا ہے۔ بس یہی کہ تم اسی کے ہو جاؤ۔ اس کے ساتھ کسی کو بھی شریک نہ کرو۔ نہ آسمان میں نہ زمین میں۔ ہمارا خدا وہ خدا ہے جو اب بھی زندہ ہے جیسا کہ پہلے زندہ تھا۔ اور اب بھی وہ بولتا ہے جیسا کہ پہلے بولتا تھا۔ اور اب بھی وہ سنتا ہے جیسا کہ پہلے سنتا تھا۔ یہ خیال خام ہے کہ اس زمانہ میں وہ سنتا تو ہے مگر بولتا نہیں۔ بلکہ وہ سنتا بھی ہے اور بولتا بھی ہے۔ اس کی تمام صفات ازلی ابدی ہیں۔ کوئی صفت بھی معطل نہیں اور نہ کبھی ہوگی۔"

۶۔ "وہ واحد ہے۔ اپنی ذات میں اور صفات میں اور افعال میں اور قدرتوں میں۔ اور اس تک پہنچنے کے تمام دروازے بند ہیں مگر ایک دروازہ جو فرقان مجید نے کھولا ہے۔ اور تمام نبوتیں اور تمام کتابیں جو پہلے گذر چکیں ان کی الگ طور پر پیروی کی حاجت نہیں رہی۔ کیونکہ نبوت محمدیہ ان سب پر مشتمل اور حاوی ہے۔ اور بجز اس کے سب راہیں بند ہیں۔ تمام سچائیاں جو خدا تک پہنچاتی ہیں اسی کے اندر ہیں۔ نہ اس کے بعد کوئی نئی سچائی آئے گی اور نہ اس سے پہلے کوئی ایسی سچائی تھی جو اس میں موجود نہیں۔ [illegible]"

۷۔ "دنیا کی لذتوں پر فریفتہ مت ہو کہ وہ خدا سے جدا کرتی ہیں۔ اور خدا کے لئے تلخی کی زندگی اختیار کرو۔ وہ درد جس سے خدا راضی ہو اس لذت سے بہتر ہے جس سے خدا ناراض ہو جائے۔ اور وہ شکست جس سے خدا راضی ہو اس فتح سے بہتر ہے جو موجب غضب الٰہی ہو۔ اس محبت کو چھوڑ دو جو خدا کے غضب کے قریب کرے۔ ..... خدا کی رضا کو تم کسی طرح پا ہی نہیں سکتے جب تک تم اپنی رضا چھوڑ کر، اپنی لذات چھوڑ کر، اپنی عزت چھوڑ کر، اپنا مال چھوڑ کر، اپنی جان چھوڑ کر اس کی راہ میں وہ تلخی نہ اٹھاؤ جو موت کا نظارہ تمہارے سامنے پیش کرتی ہے۔ لیکن اگر تم تلخی اٹھا لو گے تو ایک پیارے بچے کی طرح خدا کی گود میں آجاؤ گے۔ اور تم ان راستبازوں کے

وارث کئے جاؤ گے جو تم سے پہلے گذر چکے ہیں۔ اور ہر ایک نعمت کے دروازے تم پر کھولے جائیں گے۔ مگر تھوڑے ہیں جو ایسے ہیں۔"

۸۔ "بدکار خدا کا قرب حاصل نہیں کر سکتا۔ متکبر اس کا قرب حاصل نہیں کر سکتا ظالم اس کا قرب حاصل نہیں کر سکتا۔ خائن اس کا قرب حاصل نہیں کر سکتا۔ اور ہر ایک جو اس کے نام کے لئے غیرت مند نہیں اس کا قرب حاصل نہیں کر سکتا۔ وہ جو دنیا پر کتوں یا چیونٹیوں یا گدوں کی طرح گرتے ہیں۔ اور دنیا سے آرام یافتہ ہیں۔ وہ اس کا قرب حاصل نہیں کر سکتے ہر ایک ناپاک آنکھ اس سے دور ہے اور ہر ایک ناپاک دل اس سے بیخبر ہے۔" (کشتی نوح ص ۲۷)

"نیکی کو سنوار کر ادا کرو اور بدی کو بیزار ہو کر ترک کرو۔"

۹۔ "اگر تم چاہتے ہو کہ آسمان پر فرشتے بھی تمہاری تعریف کریں۔ تو تم ماریں کھاؤ اور خوش رہو۔ اور گالیاں سنو اور شکر کرو۔ اور ناکامیاں دیکھو اور پیوند مت توڑو۔ تم خدا کی آخری جماعت ہو۔ سو وہ عمل نیک دکھلاؤ جو اپنے کمال میں انتہائی درجے پر ہو۔"

"ہر ایک زانی۔ فاسق۔ شرابی۔ خونی۔ چور۔ قمار باز۔ خائن۔ مرتشی۔ غاصب۔ ظالم۔ دروغگو۔ جعلساز اور ان کا ہم نشین اور اپنے بھائیوں اور بہنوں پر تہمتیں لگانے والا جو اپنے افعال شنیعہ سے توبہ نہیں کرتا اور خراب مجلسوں کو نہیں چھوڑتا۔ وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔ یہ سب زہریں ہیں۔ تم ان زہروں کو کھا کر کسی طرح بچ نہیں سکتے۔ اور تاریکی اور روشنی ایک جگہ جمع نہیں ہو سکتیں۔ ہر ایک جو پیچ در پیچ طبیعت رکھتا ہے۔ اور خدا کے ساتھ صاف نہیں وہ اس برکت کو ہرگز نہیں پا سکتا جو صاف دلوں کو ملتی ہے۔" (کشتی نوح ص [illegible])

۱۰۔ "کیا بدبخت وہ انسان ہے جس کو اب تک یہ پتہ نہیں کہ اس کا ایک خدا ہے۔ جو ہر ایک چیز پر قادر ہے۔ ہمارا بہشت ہمارا خدا ہے۔ ہماری اعلیٰ لذات ہمارے خدا میں ہیں۔ کیونکہ ہم نے اس کو دیکھا اور ہر ایک خوبصورتی اس میں پائی۔ یہ دولت لینے کے لائق ہے اگرچہ جان دینے سے ملے۔ اور یہ لعل خریدنے کے لائق ہے۔ اگرچہ تمام وجود کھونے سے حاصل ہو۔ اے محرومو! اس چشمہ کی طرف دوڑو۔

کہ وہ تمہیں سیراب کریگا۔ یہ زندگی کا چشمہ ہے جو تمہیں بچائیگا۔ میں کیا کروں اور کس طرح اس خوشخبری کو دلوں میں بٹھا دوں کس دف سے میں بازاروں میں منادی کروں تا لوگ سن لیں۔ اور کس دوا سے میں علاج کروں تا سننے کے لئے لوگوں کے کان کھلیں۔" (کشتی نوح صفحہ [illegible])

۱۱۔ حقیقی خدا دانی تمام اس میں منحصر ہے کہ اس زندہ خدا تک رسائی ہو جائے۔ جو اپنے مقرب فرشتوں سے نہایت صفائی سے ہمکلام ہوتا ہے اور اپنی پرشوکت اور لذیذ کلام سے ان کو تسلی اور سکینت بخشتا ہے جس طرح ایک انسان دوسرے انسان سے بولتا ہے۔ ایسا ہی یقینی طور پر ان کو ... سے پاک ہیں ان سے باتیں کرتا ہے۔ ان کی بات سنتا ہے۔ اور ان کو جواب دیتا ہے۔ اور ان کی دعاؤں کو سن کر دعاؤں کے قبول کرنے سے ان کو اطلاع بخشتا ہے۔ اور ایک طرف لذیذ اور پرشوکت قول سے اور دوسری طرف معجزانہ فعل سے اور اپنے قوی اور زبردست نشانوں سے ان پر ثابت کرتا ہے کہ میں ہی خدا ہوں۔ وہ اول پیشگوئی کے طور پر ان سے اپنی حمایت اور نصرت اور خاص طور کی دستگیری کے وعدے کرتا ہے اور پھر دوسری طرف اپنے وعدوں کی عظمت بڑھانے کے لئے ایک دُنیا کو ان کے مخالف کر دیتا ہے۔ اور وہ لوگ اپنی تمام طاقت اور تمام مکر وفریب اور ہر ایک قسم کے منصوبوں سے کوشش کرتے ہیں کہ خدا کے ان وعدوں کو ٹال دیں۔ جو اس کے ان مقبول بندوں کی حمایت اور نصرت اور غلبہ کے بارے میں ہیں۔ اور خدا ان تمام کوششوں کو برباد کرتا ہے۔ وہ شرارت کی تخمریزی کرتے ہیں۔ اور خدا اس کی جڑ باہر پھینکتا ہے۔ وہ آگ لگاتے ہیں اور خدا اس کو بجھا دیتا ہے۔ وہ ناخنوں تک زور لگاتے ہیں۔ آخر خدا ان کے منصوبوں کو انہیں پر اُلٹا کر مارتا ہے۔ خدا کے مقبول اور راستباز نہایت سیدھے اور سادہ طبع اور خدا تعالےٰ کے سامنے ان بچوں کی طرح ہوتے ہیں۔ جو ماں کی گود میں ہوں۔ اور دُنیا ان سے دشمنی کرتی ہے۔ کیونکہ وہ دُنیا میں سے نہیں ہوتے۔ اور طرح طرح کے مکر و فریب ان کی بیخکنی کے لئے کئے جاتے ہیں۔ قومیں ان کے ایذا دینے کے لئے متفق ہو جاتی ہیں۔ اور تمام نااہل لوگ ایک ہی کمان سے ان کی طرف تیر چلاتے ہیں۔ اور طرح طرح کے افترا اور تہمتیں

لگ جاتی ہیں۔ تاکہ [illegible] وہ ہلاک ہو جائیں اور ان کا نشان رہے۔ مگر آخر خدا تعالیٰ اپنی باتوں کو پورا کر کے دکھلا دیتا ہے۔۔۔۔ یہ خدا ہے جس کے ان قولی فعلی تجلیات کے بعد جو ہزارہا [illegible] اپنے اندر رکھتی ہیں اور نہایت قوی اثر دل پر کرتی ہیں۔ انسان کو سچا اور زندہ ایمان نصیب ہوتا ہے۔ اور ایک سچا اور پاک تعلق خدا سے ہو کر نفسانی [illegible] دور ہو جاتی ہیں۔ اور تمام کمزوریاں دور ہو کر آسمانی روشنی کی تیز شعاعوں سے [illegible] تاریکی [illegible] ہوتی ہے۔ اور ایک عجیب تبدیلی ظہور میں آتی ہے۔ (براہین احمدیہ حصہ پنجم صفحہ ۱۲)

۱۔ جمال و حسن قرآں نور جان ہر مسلماں ہے ÷ قمر ہے چاند اوروں کا ہمارا چاند قرآں ہے
نظیر اس کی نہیں جمتی نظر میں فکر کر دیکھا ÷ بھلا کیونکر نہ ہو یکتا کلام پاک رحماں ہے

نور فرقاں ہے جو سب نوروں سے اجلیٰ نکلا ÷ پاک وہ جس سے یہ انوار کا دریا نکلا
حق کی توحید کا مرجھا ہی چلا تھا پودا ÷ ناگہاں غیب سے یہ چشمۂ اصفیٰ نکلا
یا الٰہی تیرا فرقاں ہے کہ اک عالم ہے ÷ جو ضروری تھا وہ سب اس میں مہیا نکلا
سب جہاں چھان چکے ساری دکانیں دیکھیں ÷ مئے عرفاں کا یہی ایک ہی شیشہ نکلا

شکر خدائے رحماں جس نے دیا ہے قرآں ÷ غنچے تھے سارے پہلے اب گل کھلا یہی ہے
کیا وصف اس کے کہنا ہر حرف اس کا گہنا ÷ دلبر بہت ہیں دیکھے دل لے گیا یہی ہے
دیکھی ہیں سب کتابیں مجمل ہیں جیسے خوابیں ÷ خالی ہیں ان کی قابیں خوان ہدیٰ یہی ہے
اس نے خدا ملایا وہ یار اس سے پایا ÷ راتیں تھیں جتنی گذریں اب دن چڑھا یہی ہے
دل میں یہی ہے ہر دم تیرا صحیفہ چوموں ÷ قرآں کے گرد گھوموں کعبہ مرا یہی ہے

۲۔ از نور پاک قرآں صبح صفا دمیدہ ÷ بر غنچہ ہائے دلہا باد صبا وزیدہ
ایں روشنی و لمعاں شمس الضحیٰ ندارد ÷ ویں دلبری و خوبی کس در قمر ندیدہ
آں نیر صداقت چوں رو بعالم آورد ÷ ہر بوم شب پرستہ در کنج خود خزیدہ
اے کان دلربائی دانم کہ از کجائی ÷ تو نور آں خدائی کیں خلق آفریدہ
میلم نماند باکس محبوب من توئی بس ÷ زیرا کہ زاں فغاں رس نورت بما رسیدہ

۳۔ نور فرقاں نہ تافت است چناں ÷ کہ بماند نہاں ز دیدہ وراں
آں چراغ ہدیٰ است دنیا را ÷ رہبر و رہنما است دنیا را

بخشے از خداست دُنیا را ٭ حصّے از سماست دُنیا را

مخزنِ ما زانے زبانی ٭ از خدا آلۂ خدادانی

تحفہ از پاشیِ بشرِ بکمال ٭ دستگیرِ قیاس و استدلال

کارساز اہم بعلم و عمل ٭ بخششِ علم و اثر اکمل

گر دلی خود بدلکشی ہاے بہ بیں ٭ سے کہ از خیز و آں شاہے بہ بیں

مُنہ بیں وقت سیر و خندہ بیں ٭ وز محاسن ہمائے خوباں بیں

۴ وہ پیشوا ہمارا جس سے ہے نور سارا ٭ نام اس کا ہے محمد دلبر مرا یہی ہے

سب پاک ہیں پیمبر اک دوسرے سے بہتر ٭ لیک از خدائے برتر خیر الوریٰ یہی ہے

پہلوں سے خوب تر ہے خوبی میں اک قمر ہے ٭ اس پر ہر اک نظر ہے بدر الدجیٰ یہی ہے

وہ یار لامکانی وہ دلبرِ نہانی ٭ دیکھا ہے ہم نے اس سے بس رہنما یہی ہے

وہ آج شاہِ دیں ہے وہ تاجِ مرسلیں ہے ٭ وہ طیّب و امیں ہے اس کی ثنا یہی ہے

اس نور پر فدا ہوں اس کا ہی میں ہوا ہوں ٭ وہ ہے میں چیز کیا ہوں بس فیصلہ یہی ہے

وہ دلبرِ یگانہ علموں کا ہے خزانہ ٭ باقی ہے سب فسانہ سچ بے خطا یہی ہے

دُنیا میں عشق تیرا باقی ہے سب اندھیرا ٭ معشوق ہے تو میرا عشقِ صفا یہی ہے

دلبر کی رہ میں یہ دل ڈرتا نہیں کسی سے ٭ ہشیار ساری دُنیا اک باؤلا یہی ہے

۵ جان و دلم فدائے جمالِ محمد است ٭ خاکم نثارِ کوچۂ آلِ محمد است

دیدم بعینِ قلب و شنیدم بگوشِ ہوش ٭ در ہر مکان ندائے جلالِ محمد است

ایں چشمۂ رواں کہ بخلقِ خدا دہم ٭ یک قطرۂ ز بحرِ کمالِ محمد است

ایں آتشم ز آتشِ مہرِ محمدی است ٭ وایں آبِ من ز آبِ زلالِ محمد است

اے سعید ار بکار روئے از شاہِ دیں ! ٭ خادماں و چاکرانش را ببیں

کس ندیدہ از بزرگانت نشاں ٭ نیست در دستت تو بیش از داستاں

لیک اگر خواہی بیا بنگر زما ٭ صد نشانِ صدقِ شانِ مصطفےٰ

ما حقلاں را نورِ حق تابد مدام ٭ کو زباں مُردند و شد تُرکی تمام

مصطفےٰ مہرِ درخشانِ خداست ٭ بر عدوش لعنتِ ارض و سماست

ایں نشانِ لعنت آمد کیں خساں ٭ ماندہ اند ظلمتے چوں شپرّاں

بدلِ صافی و عقلِ راہ بیں ؛ [illegible]
جان کشی مسکن بکین مصطفےٰ ؛ نہ نہ ہیچ بجز بدین مصطفےٰ
تا نہ نورِ احمدؐ آید چارہ گر ؛ کس نہ گیرد بزاری [illegible]
از طفیلِ اوست نورِ ہر نبی ؛ نام ہر مرسل بنامش [illegible]

۷۔ ز عشاقِ فرقان و پیغمبریم ؛ بدیں آمدیم و بدیں بگذریم

۸۔ عجب نوریست در جانِ محمدؐ ؛ عجب لعلیست در کانِ محمدؐ
ز ظلمت ہا دلے آنگہ شود صاف ؛ کہ گردد از محبانِ محمدؐ
عجب دارم دلِ آں ناکساں را ؛ کہ رو تابند از خوانِ محمدؐ
ندانم ہیچ نفسے در دو عالم ؛ کہ دارد شوکت و شانِ محمدؐ
اگر خواہی دلیلے عاشقش باش ؛ محمدؐ ہست برہانِ محمدؐ
سرے دارم فدائے خاکِ احمدؐ ؛ دلم ہر وقت قربانِ محمدؐ
بگیسوئے رسول اللہؐ کہ ہستم ؛ نثارِ روئے تابانِ محمدؐ
دریں رہ گر کشندم ور بسوزند ؛ نتابم رو ز ایوانِ محمدؐ
بسے سہل است از دُنیا بریدن ؛ بیادِ حُسن و احسانِ محمدؐ
فدا شد در رہش ہر ذرۂ من ؛ کہ دیدم حُسنِ پنہانِ محمدؐ
دگر استاد را نامے ندانم ؛ کہ خواندم در دبستانِ محمدؐ
بدیگر دلبرے کارے ندارم ؛ کہ ہستم کُشتۂ [illegible] محمدؐ
مرا آں گوشۂ چشمے بباید ؛ نخواہم جز [illegible] محمدؐ
دلِ زارم بہ پہلویم مجوئید ؛ کہ بستیمش [illegible] محمدؐ
من آں خوش مرغ از مرغانِ قدسم ؛ کہ [illegible]
تو جانِ ما منور کردی از عشق ؛ [illegible]

۹۔ بعد از خدا بعشقِ محمدؐ مخمرم [illegible]

[illegible] بسر آید بحق او ✦ از خود تہی و از غم آں دلستاں پرم

[illegible] کہ ہم کشی ✦ سوئے درگاہ خویش راہم بخش
[illegible] دل و جانم ✦ پاک کن از گناہ و پنہانم
[illegible] کن ! ✦ بہ نگاہے بگرہ کشائی کن
[illegible] مرا عزیز توئی ✦ وآنچہ مے خواہم از تو نیز توئی

[illegible] ! ✦ نور حق دیکھو راہ حق پاؤ
[illegible] خوبیاں ہیں قرآں میں ✦ کہیں انجیل میں تو دکھلاؤ

[illegible] قوی و متین ✦ ندیدم کہ بر منبعش آفریں
[illegible] بیش بیش ✦ کہ عابد بہ بیند درو روئے خویش
[illegible] خود در بلاد ✦ خلافش طریقے کہ شکستش مباد
[illegible] ✦ بجاں جلیس اسلام گذاشتہ
[illegible] ✦ کہ ہرگز نجوئے بگیتی نجاست
[illegible] از [illegible] ہر دیار ✦ بجز دار آں شب کہ تاریک و تار
[illegible] فرستادہ و حق گستری ✦ زمیں را بداں مقدمے جاں دمید
[illegible] از پئے قدس کمال ✦ ہمہ آل او ہمچو گلہائے آل

[illegible] مولوی ثناء اللہ صاحب سے تشفی حاصل کرنے کا مشورہ دیا ہے۔ اس
کے متعلق [illegible] صرف اتنا ہی عرض کرتا ہوں کہ جو لوگ نہ صرف خود
[illegible] العلماء علماؤهم
[illegible] مصداق ہوں۔ بلکہ ان کی زندگی کا ایک
[illegible] اور نافرمان ہونے پر مہر تصدیق ثبت
کر [illegible] دعاۃ الی ابواب

جهنم من اجابهم فقذفوه فيها کی دلیکا وانستہ مصداق [illegible]

ہے۔ سُنئے مولوی صاحب کیا فرماتے ہیں:۔

۱۔ اہلحدیث ۲۳ر فروری ۱۹۰۶ء۔

"قرآن مجید میں یہود کی مذمت کی گئی ہے کہ کچھ حصہ کتاب کا مانتے ہیں۔ اور کچھ نہیں مانتے۔ افسوس آج ہم اہلحدیثوں میں یہ عیب بالخصوص پایا جاتا ہے۔ (صفحہ ۹ کالم اول)

۲۔ اہلحدیث ۱۸ر ستمبر ۱۹۳۱ء صفحہ۱۱۔

"نام کے بنی اسرائیل تو آنکھ سے اوجھل ہو گئے۔ مگر آہ کام کے بنی اسرائیل اب بھی موجود اور ترقی پذیر ہیں ..... صادق و مصدوق فداہ ابی و امی رسول کریم علیہ التحیۃ والتسلیم نے آج سے ساڑھے تیرہ سو برس قبل ہماری اس خود سری اور گوئے سبقت کی پیش روی کی ان الفاظ میں پیشگوئی فرمائی تھی۔ کہ میری اُمت کے لوگ بھی ہو بہو بنی اسرائیل کی طرح افعالِ بد میں منہمک ہو جائیں گے حتیٰ کہ ان میں سے اگر کسی نے اپنی ماں سے زنا کیا ہو گا۔ تو میری اُمت میں بھی ماں سے زنا کرنے والے موجود ہوں گے۔ واقعہ یہ ہے کہ آج ہم مدعی اہلِ حدیث بھی خذوا النعل بالنعل بنی اسرائیل کی طرح ہر معاملہ میں مصلحت وقت و ضرورت وقتی و پالیسی۔ زر پرستی و کاسہ لیسی۔ خوشامد و چاپلوسی وغیرہ کو معبودِ برحق سمجھ کر اسی کی پوجا کرنے لگے ہیں"

فرمائیے جن لوگوں کا اپنا یہ اقرار ہو کہ وہ یہود نامسعود کے نقشِ قدم پر چلنے والے اور عبدۃ ہوا عبدالنفس ہیں۔ ان سے کسی خیر اور نیکی کی توقع ہو سکتی ہے؟

پھر آپ نے عبداللہ معمار اور مولوی انور شاہ صاحب کشمیری اور مولوی فتح محمد صاحب اور مفتی محمد دین صاحب گجرات کے حوالہ دیکر یہ بھی لکھا ہے کہ اُن کی محمدیہ پاکٹ بک اور رسالے [illegible] اور ساتھ ہی ارشاد فرمایا ہے "غرض ان تمام مسائل پر علمائے [illegible] بحثیں کر دی ہیں [illegible]
نہایت ہی افسوس کا مقام ہے کہ آپ ان طوائف کا نام علماء رکھتے اور انکی [illegible] خرافات کو [illegible]
اور انکو دینی معاملہ میں حکم ٹھہراتے ہیں۔ حالانکہ قرآن کریم میں صریح طور پر ارشاد باری تعالیٰ موجود ہے کہ ہرگز
ہرگز دشمنانِ دین اور سرکش اور نافرمان لوگوں کے پیچھے نہ چلو۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے [illegible]

انهم امنوا بما انزل علیك وما انزل من قبلك یریدون ان یتحاکموا الی الطاغوت وقد امروا ان یکفروا به ویرید الشیطن ان یضلهم ضلالا بعیدا ۔ (نساء ع)

افسوس آپ کو اتنا بھی معلوم نہیں کہ کسی نبی کے متعلق شہادت وہ قابل قبول ہوتی ہے جو اس کے دوستوں کی طرف سے پیش کی جاوے یا وہ جو اس کے دشمن پیش کریں۔ اگرچہ ہر شخص جسے اللہ تعالیٰ نے تھوڑی بہت عقل عطا فرمائی ہے ۔ ادنیٰ تامل سے معلوم کر سکتا ہے۔ کہ ان لوگوں کو اخلاقی اور روحانی طور پر قرآن کریم اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ سے کوئی دور کی نسبت بھی نہیں رہی۔ لیکن اگر کوئی شخص عقل سے بالکل کورا بھی ہو تب بھی ان لوگوں کے افعال قبیحہ اور حرکات شنیعہ کو دیکھکر فی الفور فیصلہ کر سکتا ہے کہ اسلام چھوڑ یہ لوگ تو انسانیت سے بھی بے بہرہ ہو گئے ہیں۔ اور مدعیان قادیان ہی کے دشمن نہیں بلکہ جن پاک ہستیوں سے اپنے نام نہاد تعلق کی نمائش کرتے ہیں ان کے بھی یہ دوست نہیں۔ بلکہ بدترین دشمن ہیں۔ ذرا اقتباسات ذیل کو ملاحظہ کیجئے اور یاد یاد کیجئے۔ تا معلوم ہو کہ "مدعیان قادیان" کیا کہتے ہیں:۔

۱۔ اسلام۔

ہر طرف فکر کو دوڑا کے تھکایا ہم نے ÷ کوئی دیں دینِ محمد سا نہ پایا ہم نے
کوئی مذہب نہیں ایسا کہ نشاں دکھلائے ÷ یہ ثمر باغِ محمدؐ سے ہی کھایا ہم نے
ہم نے اسلام کو خود تجربہ کر کے دیکھا ÷ نور ہے نور اٹھو دیکھو سنایا ہم نے
آؤ لوگو کہ یہیں نورِ خدا پاؤ گے ÷ لو تمہیں طور تسلّی کا بتایا ہم نے
آج ان نوروں کا اک زور ہے اس عاجز میں ÷ دل کو ان نوروں کا ہر رنگ دلایا ہم نے

۲۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم۔

مصطفیٰ پر ترا بیحد ہو سلام اور رحمت ÷ اس سے یہ نور لیا بار خدایا ہم نے
ربط ہے جانِ محمدؐ سے مری جاں کو مدام ÷ دل کو وہ جام لبالب ہے پلایا ہم نے

اسلام سے نہ بھاگو راہِ ہدیٰ یہی ہے ÷ اے سونیوالو جاگو شمس الضحیٰ یہی ہے
مجھکو قسم خدا کی جس نے ہمیں بنایا ÷ اب آسماں کے نیچے دینِ خدا یہی ہے

اسلام کی سچائی ثابت ہے جیسے سورج ÷ پر دیکھتے نہیں ہیں دشمن بلا یہی ہے

کہ دین خدا دین اسلام ہے ÷ جو منکر اس کا برا انجام ہے
محمد وہ نبیوں کا سردار ہے ÷ کہ جس کا عدو مثل مردار ہے

۳۔ الہام۔

وہ الہام جو کہتا ہے در بند ہے ÷ نہ الہام ہے اور نہ پیوند ہے
نہیں عقل اس کو نہ کچھ غور ہے ÷ اگر وید ہے یا کوئی اور ہے
یہ سچ ہے کہ جو پاک ہو جاتے ہیں ÷ خدا سے خدا کی خبر لاتے ہیں
اگر اس طرف سے نہ آوے خبر ÷ تو ہو جاوے یہ راز زیر و زبر
طلبگار ہو جائیں اس کے تمام ÷ تو پھر جائیں دیکھیں اگر بند راہ
نہ جانا کہ الہام سے چیز کیا ÷ [illegible]
اسی سے تو [illegible] ÷ [illegible] آنکھیں [illegible] از گوش
یہی ہے کہ نائب ہے دیدار کا ÷ یہی ایک [illegible] اسرار کا
[illegible] ملے ان کو تارک علوم ÷ [illegible] ہوئی [illegible] رسوم
خدا پر [illegible] ÷ وہ [illegible] اپنی سمجھاتا ہے
کوئی [illegible] جب لگاتا ہے دل ÷ تو [illegible] اٹھاتا ہے دل
کہ دلدار کی بات سنتا خدا ÷ مگر تو ہے منکر تجھے اس سے کیا

۴۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم۔

در دلم جوشد ثنائے سرورے ÷ آنکہ در خوبی ندارد ہمسرے
آنکہ جانش عاشق یار ازل ÷ آنکہ روحش واصل آں دلبرے
احمد آخر زماں کز نور او ÷ شد دل مردم ز خورتاباں ترے
از بنی آدم فزوں تر در جمال ÷ وز لآلی پاک تر در گوہرے
حسن رویش بہ ز ماہ و آفتاب ÷ خاک کویش بہ ز مشک و عنبرے

یک نظر بہتر ز عمرِ جاوداں ❊ گر فتد کس را بداں خوش پیکرے
عمر از عشقش ہمی دارم بجسد ❊ جاں افشانم گر دہد دل دیگرے
اُمّی و در علم و حکمت بے نظیر ❊ زیں چہ باشد حجتے روشن ترے
ما ہمہ پیغمبراں را چاکریم ❊ ہمچو خاکے اوفتادہ بر درے
ہر رسولے کو طریقِ حق نمود ❊ جانِ ما قرباں بداں حق پرورے
اے خداوندم بہ خیلِ انبیاء ❊ کش فرستادی بہ شانِ اوفرے
معرفت ہم دہ چو بخشیدی دلم ❊ مے بدہ زانساں کہ دادی ساغرے
اے خداوندم بنامِ مصطفےٰ ❊ کش شدی در ہر مقامے ناصرے
دستِ من گیر از رہِ لطف و کرم ❊ در مہمّم باش یار و یاورے
تکیہ بر زورِ تو دارم گرچہ من ❊ ہمچو خاکم بلکہ زاں ہم کمترے

ہر شخص جو ان پاکیزہ خیالات پر اطلاع پائے گا۔ اس بات کا اقرار کئے بغیر ہرگز نہیں
رہ سکیگا کہ یہ خیالات بجز اُس شخص کے جس کے خمیر میں اسلام اور حضرت صلے اللہ علیہ وسلم
اور قرآن کریم کا سچا عشق ودیعت کیا گیا ہو۔ ہرگز کسی کو نہیں سوجھ سکتے۔ اور کسی کی زبان قلم
ان خیالات کے اظہار پر قادر ہو سکتی ہے بجز اس شخص کے جو صاحب حال ہو۔ پس جو شخص اپنی
بدبختی کی وجہ سے ایسے اشخاص پر جو صاحب حال ہیں اور اسلام۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اور
قرآن کریم کے جاں نثار غلام اور عاشقانِ صادق ہیں۔ کفر کا فتویٰ لگاتا اور ان کا نام مرتد اور
دجال اور بے ایمان رکھتا ہے۔ وہ یقیناً اپنے کفر اپنے ارتداد اور اپنی دجالیت پر مہر تصدیق
ثبت کرتا ہے۔ اور لوگوں پر یہ ثابت کرنا چاہتا ہے کہ اسلام کے احکام کی پابندی آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم کی اتباع اور قرآن کریم کی پیروی سے کوئی اخلاقی یا روحانی فائدہ نہیں پہنچ سکتا
اور ظاہر ہے کہ ایسے دین اور ایسے نبی اور ایسی کتاب کو جو شخص بے فیض ثابت کرنا چاہتا ہے
جس دین اور جس نبی اور جس قرآن کی پیروی سے اندھے سجاکھے ہوتے اور بہرے سننے لگتے اور مردے
زندہ ہو جاتے ہیں۔ اس سے بڑھکر اسلام کا۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا اور قرآن کا دشمن اور
کون ہو سکتا ہے۔ ایک شخص کہتا ہے کہ میں نے اسلام کو تجربہ کرکے دیکھا ہے۔ اس مذہب کی
پیروی سے بآسانی خدا مل جاتا ہے۔ یہ بدبخت کہتے ہیں تو جھوٹا ہے۔ وہ کہتا ہے آنحضرت صلی اللہ

علیہ وسلم سچے نبی ہیں کیونکہ ان کی فلاں فلاں پیشگوئی پوری ہوگئی ہے۔ یہ بدبخت کہتے ہیں تو جھوٹا ہے حضرت کی کوئی پیشگوئی پوری نہیں ہوئی۔ وہ کہتا ہے قرآن خدا کا سچا کلام ہے کیونکہ اس کی فلاں فلاں پیشگوئی پوری ہوگئی ہے۔ اور یہ بدبخت لوگ اپنی کوری اور اپنی بدبختی کی وجہ سے کہتے ہیں۔ تو جھوٹا ہے۔ قرآن کی پیشگوئی ہرگز پوری نہیں ہوئی۔ فرمائیے یہ اس شخص کے دشمن ہیں یا اسلام کے پیغمبر اسلام کے اور قرآن کریم کے؟ اور کیا ایسے لوگ اس قابل ہیں کہ کوئی شریف آدمی انہیں منہ لگائے۔ آخر "مدعیان قادیان" کا جرم کیا ہے۔ یہی نہ کہ وہ کہتے ہیں کہ:۔ زندہ خدا صرف وہ خدا ہے جو اسلام نے پیش کیا ہے۔ اس کی تمام صفات ازلی ابدی ہیں۔ وہ آج بھی ویسا ہی خدا ہے۔ جیسا کہ آج سے دس ہزار سال پہلے تھا۔ اگر وہ پہلے سنتا تھا۔ تو اب بھی سنتا ہے۔ اگر پہلے بولتا تھا۔ تو اب بھی بولتا ہے۔ جو کام وہ پہلے کیا کرتا تھا۔ اب بھی کرتا ہے۔ اگر خدا ہمارے زمانہ میں سنتا تو ہے۔ مگر بولتا نہیں۔ تو سننے کا یقینی ثبوت تو بولنا ہی ہے۔ اگر وہ بولتا نہیں تو پھر اس بات کا ثبوت کیا ہے کہ وہ سنتا ہے۔ اور یہ کہ سچا مذہب صرف اسلام ہے اور حقیقی زندگی صرف اور صرف آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کو حاصل ہے۔ کیا لوگوں کو اسلام کی طرف دعوت دینا اور اسلام کی زندہ برکات پیش کرنا جرم ہے؟ اور سنیئے:۔

۱۔ "اے تمام وہ لوگو جو زمین پر رہتے ہو۔ اور اے تمام وہ انسانی روحو جو مشرق اور مغرب میں آباد ہو۔ میں پورے زور کے ساتھ آپ کو اس طرف دعوت دیتا ہوں کہ اب زمین پر سچا مذہب صرف اسلام ہے۔ اور سچا خدا بھی وہی خدا ہے جو قرآن نے بیان کیا ہے۔ اور ہمیشہ کی روحانی زندگی والا نبی اور جلال اور تقدس کے تخت پر بیٹھنے والا حضرت محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم ہے۔ جس کی روحانی زندگی اور پاک جلال کا ہمیں یہ ثبوت ملا ہے۔ کہ اس کی پیروی اور محبت سے ہم روح القدس اور خدا کے مکالمہ اور آسمانی نشانوں کے انعام پاتے ہیں۔" (تریاق القلوب صفحہ ۱۲/۱۳)

۲۔ "سو آؤ ہم دکھاتے ہیں۔ کہ وہ زندگی صرف ہمارے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی زندگی ہے جس پر ہر ایک زمانہ میں آسمان گواہی دیتا رہا ہے۔ اور اب بھی دے رہا ہے۔ اور یاد رکھو۔ کہ جس میں خاصانہ زندگی نہیں وہ مردہ ہے نہ زندہ۔ اور میں اس خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں جس کا نام لیکر جھوٹ بولنا سخت بدذاتی ہے۔ کہ

خدا نے مجھے میرے بزرگ واجب الاطاعت سیدنا محمد صلے اللہ علیہ وسلم کی روحانی دائمی زندگی اور پورے جلال اور کمال کا ثبوت دیا ہے کہ میں نے اس کی پیروی سے اور اس کی محبت سے آسمانی نشانوں کو اپنے اوپر اُترتے ہوئے اور دل کو یقین کے نور سے پُر ہوتے ہوئے پایا اور اس قدر نشان غیبی دیکھے کہ ان کھلے کھلے نوروں کے ذریعہ سے میں نے اپنے خدا کو دیکھ لیا ہے۔" (تریاق القلوب صفحہ ۱۲)

اب اے تمام وہ لوگو جن کے دل میں خدا کا خوف ہے۔ جنہیں اسلام سے۔ قرآن کریم سے اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے ذرا بھی الفت اور محبت ہے۔ خدا ترسی سے کام لیکر سچ سچ بتلاؤ۔ کہ ان اقتباسات میں کونسی ایسی بات ہے جو اسلام کو بدنام کرنیوالی ہے۔ یا خدا تعالیٰ پر نعوذ باللہ بٹہ لگانے والی ہے۔ یا قرآن کریم اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی عزت و شان کو کم کرنے والی ہے۔ اگر کوئی ایک بات بھی ایسی نہیں۔ تو پھر خدا کے لئے غور کرو کہ جو لوگ ان باتوں سے جو اسلام کا زیور اور مسلمانوں کے لئے باعث فخر و مباہات ہیں۔ نہ صرف خود نفرت کریں بلکہ دوسروں میں بھی سراسر دروغ بافی کر کے نفرت کے جذبات پیدا کریں۔ نہ صرف یہ کہ خود یہ باتیں نہ سنیں۔ بلکہ کوشش کر کے دوسروں کو بھی سُننے سے روکیں۔ اور نہ صرف ان حرکات کے مرتکب ہو کر یہود و نصاریٰ سے مشابہت پیدا کریں بلکہ گندی گالیاں دینے۔ اینٹ روڑے اور پتھروں کی بارش برسانے۔ گند اچھالنے اور کیچڑ پھینکنے۔ مختلف جانوروں کی بولیاں بولنے۔ سوانگ بھرنے۔ ہلڑ مچانے اور شور و غوغا کر کے آسمان سر پر اٹھانے میں گذشتہ انبیاء کے تمام منکرین اور مکذبین سے سبقت لے جائیں۔ تو کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ ان میں انسانیت کی بُو بھی پائی جاتی ہے۔ اور کیا یہ سچی بات نہیں ہے کہ ایسے لوگوں کا وجود مُلک۔ قوم۔ مذہب اور انسانیت کے روشن چہرہ پر ایک نہایت ہی مکروہ اور بدنما داغ کی حیثیت رکھتا ہے۔ اور محرک ان تمام افعال شنیعہ کے وہ ہیں جن کو بارگاہِ مصطفوی سے شرالبشر شرار العلماء اور علماءھم شر من تحت ادیم السماء کا سرٹیفکیٹ ملا ہُوا ہے۔

حال ہی میں جب مخالفین قادیان نے ہندوستان کے طول و عرض میں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے محامد و محاسن بیان کرنے کے لئے حسب معمول جلسہ ہائے سیرت النبی کے انعقاد کی تاریخ مقرر کی۔ تو ان دشمنان رسول کے تن بدن میں آگ لگ گئی۔ اور انہوں نے

دہلی۔ لاہور اور امرتسر میں ان مبارک جلسوں کو بند کرنے کے لئے جن میں ہندو، سکھ اور عیسائی شرفا حضور پُر نور سے اپنی دلی عقیدت کا اظہار کرنے والے اور حضور کی کافۃ الناس کے لئے بے مثال قربانیوں کا ذکر کرنے والے تھے۔ جو جو شرمناک اور خلافِ انسانیت حرکات کر کے اپنے لئے دنیوی و اُخروی روسیاہی کا سامان مہیا کیا۔ وہ رہتی دُنیا تک یادگار اور ان نام نہاد مسلمانوں کے گلے کا ہار اور اللہ رسول۔ ملائکہ اور کافۃ الناس کی لعنت و پھٹکار بنکر رہے گا۔ اس سلسلہ میں لمبی چوڑی تفصیلات کو چھوڑ کر میں صرف ایک ضمنی واقعہ عرض کرتا ہوں۔ لکھا ہے:۔

"احمدی تو گول باغ سے چلے آئے تھے لیکن احرار کا جمِ غفیر وہاں موجود تھا جب میں سوٹیوں کی واپسی کے تردّد میں (جلسہ سے قبل تمام سوٹیاں پولیس نے اپنی تحویل میں لے لی تھیں) مشغول تھا۔ تو میرے ساتھی حافظ عبدالواحد صاحب جو گیٹ کے باہر کھڑے تھے۔ اس لئے کہ نماز کا وقت ہو گیا تھا۔ وہیں ایکطرف نماز پڑھنی شروع کر دی۔ احرار نے ان کے گرد حلقہ بنا لیا۔ اور شور کرنا اور گالیاں دینی شروع کر دیں۔ روڑے اور کنکر بھی اُن پر پھینکے۔ اُن کی سوٹی جو انہوں نے اپنے آگے رکھی ہوئی تھی۔ اٹھا لی۔ ایک کُتا ٹانگ سے پکڑ کر چیختا چِلّاتا اُن پر دے مارا۔ اور جب وہ سجدے میں گئے تو پیچھے سے ان کی ٹانگیں اوپر کو اٹھا لیں۔ کچھ سپاہی یہ تماشا دیکھ کر ہنس رہے تھے۔ اور بدمعاشوں کو زیادہ دلیر کر رہے تھے۔ میں نے جب یہ حالت دیکھی تو ایک سارجنٹ کو توجہ دلائی۔ تب اس نے ان غنڈوں کو منتشر کیا۔ حافظ صاحب سب کچھ برداشت کرتے ہوئے نماز میں مشغول رہے اور پوری نماز ادا کرنے کے بعد سلام پھیرا۔" (الفضل مورخہ ۱۷ نومبر ۱۹۴۲ء)

فرمایئے کیا بعینہٖ انہیں واقعات کا اعادہ نہیں ہو رہا۔ جو مشرکینِ مکہ اور یہود و نصاریٰ کے ہاتھوں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اور حضور کے صحابہ پر آج سے ساڑھے تیرہ سو سال قبل گذرے تھے۔

کہا جا سکتا ہے کہ یہ واقعات مسلمانوں کے ایک خاص گروہ سے تعلق رکھتے ہیں۔ ساری قوم کو ان افعالِ شنیعہ کے لئے متہم گرداننا درست نہیں۔ میں اس بات کو تسلیم کرتا ہوں [illegible]

ایک خاص گروہ سے متعلق ہیں۔ اور کہ سب کے سب ان حرکات قبیحہ کے ذمہ وار نہیں ہیں۔ مگر یہ تو اس صورت میں تسلیم کیا جا سکتا ہے۔ جب اس قسم کا کوئی واقعہ رونما ہوتے ہی باقی قوم کی طرف سے اس کے برخلاف متفقہ آواز اٹھائی جاوے۔ لکچر [illegible] اس غنڈہ پن کے خلاف نفرت وحقارت کا اظہار کیا جاوے۔ اور ان [illegible] لوگوں سے جب تک وہ اپنی اصلاح نہ کریں ہر قسم کے تعلقات منقطع کر کے اپنی بیزاری کا عملی ثبوت دیا جاوے۔ لیکن اگر ان باتوں میں سے کوئی ایک بھی نہ ہو۔ بلکہ برعکس اس کے احراری غنڈے ہر قسم کے غنڈہ پن کا بار بار اعادہ کرتے ہیں۔ اور تمام مسلمان نہ صرف اپنی اپنی جگہ خاموش بیٹھے رہتے ہیں۔ بلکہ روپے پیسے سے ان کی امداد کرتے ہیں۔ ان کی تائید میں جھوٹی گواہیاں دیکر ایسے مجرموں کو چھڑا لاتے ہیں۔ اور در پردہ ان کے ان افعال پر خوش ہوتے ہیں۔ اور احمدیوں کی دشمنی میں آپس کے ذاتی اختلافات کو بالائے طاق رکھ کر بلکہ مذہبی [illegible] سب فرقے اکٹھے ہو گئے ہیں۔ تو کوئی عقلمند انسان ایسا ہے جو یہ فیصلہ کرنے پر مجبور نہ ہو۔ کہ درحقیقت یہ ایک خاص گروہ نہیں بلکہ ساری کی ساری قوم ان افعال کی ذمہ وار ہے۔ اور اگر ایسی بعض افراد اپنی ذاتی شرافت کی وجہ سے قابل استثناء رہ گئے ہیں۔ تو وہ بمنزلہ نادر کالمعدوم کے حکم میں ہیں۔

کیا یہ عجیب بات نہیں کہ کلمہ پڑھنے والے۔ روزے رکھنے والے۔ حج کرنے والے۔ زکوٰۃ دینے والے۔ اللہ تعالیٰ کی راہ میں اپنے اموال اور اپنی جانیں خرچ کرنے والے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم۔ قرآن کریم اور اسلام کی دشمنوں کے حملوں سے عملی رنگ میں حفاظت کرنیوالے اندرونی اور بیرونی طور پر تبلیغ قائم کرنے والے اعلائے کلمۃ الحق کی خاطر اپنے عزیز و اقارب اور محبوب وطن سے جدا ہونے والے۔ واعتصموا بحبل اللہ جمیعا ولا تفرقوا کا عملی ثبوت پیش کرنے والے اسلامی نظام کے مطابق ایک واجب الاطاعت امام۔ ایک مرکز۔ ایک بیت المال رکھنے والے۔ غرض اعتقادی اور عملی رنگ میں صحیح اسلامی نقشہ پیش کرنے والے تو مرتد بے ایمان اور پکے کافر ہو گئے۔ اور ان [illegible] بتلانے والوں کا منہ چڑائیں۔ ان پر آوازے کسیں پھبتیاں اڑائیں۔ اور بقول اہلحدیث مورخہ ۱۳ مئی ۱۹۳۵ء :-

"مسلمانوں میں ننانوے فیصدی ایسے مسلمان ہیں جو اپنے آپ کو مسلمان کہتے

ہیں۔ مگر نہیں جانتے کہ مسلمان ہونے کے کیا معنی ہیں۔ اور لفظ اسلام کا حقیقی مفہوم کیا ہے۔ ۔۔۔ بسنی سنائی باتیں کان میں پڑی ہوئی تھیں۔ ان کی بنا پر خیال کرتا تھا کہ مسلمان اسکو کہتے ہیں جسے پتنگ بازی۔ کبوتر بازی۔ مرغ بازی بٹیر بازی۔ قمار بازی اور ہر قسم تمام بازیوں کو اپنے حق میں رجسٹر کرالیا ہو۔ ہاں مسلمان اسکو کہتے ہیں جس کا مایۂ ناز پیشہ گداگری ہو۔ قلاش ہو۔ دھوکہ باز ہو۔ اچکا ہو۔ چور ہو چنڈو خور ہو۔"

اور بالفاظ نواب صدیق حسن خاں صاحب اقتراب الساعۃ میں :۔

"یہ بڑے بڑے فقیہہ۔ یہ شیخ۔ بڑے مدرس۔ یہ بڑے شیخ درویش جو ڈنکا دینداری خداپرستی کا بجا رہے ہیں۔ رد حق۔ تائید باطل تقلید مذہب فقیہہ۔ یہ مشرب میں مخدوم عوام کالانعام ہیں۔ سچ پوچھو تو دراصل پیٹ کے بندے نفس کے مرید ابلیس کے شاگرد ہیں۔ چندیں شکل از برائے اکل۔ ان کی دوستی و دشمنی ان کے باہم کا رد و کد فقط اسی حسد و کینہ ۔۔۔ خدا کے لئے نہ امام کے لئے نہ رسول کے لئے۔ علم میں مجتہد و مجاہد ہیں لیکن حق و باطل۔ حرام حلال میں کچھ فرق نہیں کرتے غیبت سب و شتم۔ بدعت وزور۔ کذب وفجور۔ افتراء کو گویا صالحات باقیات سمجھکر رات دن بذریعہ بیان و زبان خلق میں اشاعت فرماتے ہیں۔"

"اولٰئک ھم المومنون حقًّا" وہ پکے مومن ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

قبلہ سید صاحب! خود کو شاخ زعفران سمجھتے ہوئے جن لوگوں کو آپ نہایت حقارت سے "مدعیانِ قادیان" کہتے ہیں۔ ذرا غور سے سُنئے کہ خلق خدا ان کو غائبانہ کیا کہتی ہے۔

(۱) مولوی محمد حسین بٹالوی رئیس المعاندین اپنی چشمدید شہادت پیش کرتے ہوئے لکھتے ہیں (جب دوستانہ تعلقات قائم تھے اور تصانیف کا جن سر پر سوار نہ ہوا تھا) :۔

"ہماری رائے میں یہ کتاب (براہین احمدیہ) اس زمانہ میں موجودہ حالات کی نظر سے ایسی کتاب ہے جس کی نظیر آج تک اسلام میں شائع نہیں ہوئی۔ اور آئندہ کی خبر نہیں۔ لعل اللہ یحدث بعد ذٰلک امرًا۔ اور

اس کا مؤلف بھی اسلام کی جانی و مالی و قلمی و لسانی و حالی و قالی نصرت میں ایسا ثابت قدم نکلا ہے۔ جس کی نظیر پہلے مسلمانوں میں بہت کم پائی گئی ہو
ہمارے اس بیان کو کوئی ایشیائی مبالغہ سمجھے تو ہم کو کم از کم کوئی ایسی کتاب بتا دے جس میں جملہ فرقہ ہائے مخالفین اسلام خصوصاً فرقہ آریہ و برہمو سماج سے اس قدر زور شور سے مقابلہ پایا جاتا ہو۔ اور دو چار ایسے اشخاص انصار اسلام کی نشان دہی کرے۔ جنہوں نے اسلام کی نصرت مالی و جانی قلمی و لسانی کے علاوہ حالی نصرت کا بھی بیڑا اٹھالیا ہو۔ اور مخالفین اسلام و منکرین الہام کے مقابلہ میں مردانہ تحدی کے ساتھ یہ دعوٰے کیا ہو کہ جس کو وجود الہام کا شک ہو۔ وہ ہمارے پاس آکر اس کا تجربہ و مشاہدہ کرے۔ اور اس تجربہ و مشاہدہ کا اقوام غیر کو مزا بھی چکھا دیا ہو" (اشاعۃ السنۃ)

۲۔ موقر جریدہ **وکیل** امرتسر رقمطراز ہے :-

"وہ شخص بہت بڑا شخص جس کا قلم سحر تھا اور زبان جادو۔ وہ شخص جو دماغی عجائبات کا مجسمہ تھا جس کی نظر فتنہ اور آواز حشر تھی۔ جس کی انگلیوں سے انقلاب کے تار الجھے ہوئے تھے۔ جس کی دو مٹھیاں بجلی کی دو بیٹریاں تھیں۔ وہ شخص جو مذہبی دنیا کے لئے تیس برس تک زلزلہ اور طوفان رہا۔ جو شور قیامت ہو کے خفتگان خواب ہستی کو بیدار کرتا رہا۔ خالی ہاتھ دنیا سے اٹھ گیا۔ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی موت اس قابل نہیں کہ اس سے سبق حاصل نہ کیا جائے۔ ایسے لوگ جن سے مذہبی یا عقلی دنیا میں انقلاب پیدا ہو ہمیشہ دنیا میں نہیں آتے۔

مرزا صاحب کی اس رفعت نے ان کے بعض معتقدات سے شدید اختلاف کے باوجود ہمیشہ کی مفارقت پر مسلمانوں کو ہاں تعلیمیافتہ اور روشن خیال مسلمانوں کو محسوس کرا دیا ہے کہ ان کا ایک بڑا شخص ان سے جدا ہو گیا ہے۔ اور اس کے ساتھ مخالفین اسلام کے مقابلہ پر اسلام کی اس شاندار مدافعت کا جو اس کی ذات کے ساتھ وابستہ تھی۔ خاتمہ ہو گیا۔ ان کی یہ خصوصیت کہ وہ اسلام کے مخالفین کے برخلاف ایک فتح نصیب جرنیل کا فرض پورا کرتے

رہے ہمیں مجبور کرتی ہے کہ اس احساس کا کھلم کھلا اعتراف کیا جائے ۔۔۔
غرض مرزا صاحب کی یہ خدمت آنے والی نسلوں کو گرانبار احسان رکھے گی کہ
انہوں نے قلمی جہاد کرنے والوں کی پہلی صف میں شامل ہو کر اسلام کی طرف
سے فرض مدافعت ادا کیا۔ اور ایسا لٹریچر یادگار چھوڑا ۔ جو اس وقت تک کہ
مسلمانوں کی رگوں میں زندہ خون رہے اور حمایت اسلام کا جذبہ
ان کے شعار قومی کا عنوان نظر آئے۔ قائم رہے گا ۔ اس کے علاوہ آریہ سماج کی
زہریلی کچلیاں توڑنے میں مرزا صاحب نے اسلام کی بہت خاص خدمت
انجام دی ہے ۔۔۔۔۔ ہندوستان آج مذاہب کا عجائب خانہ ہے ۔ اور جس
کثرت سے چھوٹے بڑے مذاہب یہاں موجود ہیں ۔ اور باہمی کشمکش سے اپنی موجودگی
کا اعلان کرتے رہتے ہیں ۔ اس کی نظیر غالباً دنیا میں کہیں نہیں مل سکتی ۔ مرزا صاحب
کا دعوےٰ تھا کہ میں ان سب کے لئے حکم و عدل ہوں ۔ لیکن اس میں کلام نہیں
کہ ان مختلف مذاہب کے مقابلہ پر اسلام کو نمایاں کر دینے کی ان میں بہت
مخصوص قابلیت تھی ۔۔۔۔۔ آئندہ امید نہیں کہ ہندوستان کی مذہبی
دنیا میں اِس شان کا شخص پیدا ہو ۔ جو اپنی اعلیٰ خواہشیں محض اس طرح مذہب
کے مطالعہ میں صرف کر دے ۔"

کیوں جی قبلہ سید سلیمان ندوی صاحب! آیا خیال شریف میں آیا کہ وہ
"مدعیانِ قادیان" کون صاحب ہیں؟ اگر اب تک بھی آپ نہیں سمجھے تو ایک دفعہ پھر سنیئے کہ اگر
آپ مسلمان ہیں ۔ نہیں نہیں تعلیمیافتہ اور روشن خیال مسلمان ہیں ۔ اگر آپ کی رگوں
میں زندہ خون موجود ہے ۔ اگر حمایت اسلام کا جذبہ آپ کے شعار قومی کا عنوان
ہے ۔ تو وہ شخص آپ کا بہت بڑا شخص تھا ۔ جس کی ذات کے ساتھ اسلام کی
شاندار مدافعت وابستہ تھی ۔ وہ شخص بہت بڑا شخص اسلام کے مخالفین کے
برخلاف ایک فتح نصیب جرنیل تھا ۔ وہ شخص قلمی جہاد کرنے والوں کی پہلی صف میں شامل
ہو کر اسلام کی طرف سے مدافعت کا فرض ادا کرنے والا تھا ۔ وہ شخص مختلف مذاہب
کے مقابلہ پر اسلام کو نمایاں کر دینے کی مخصوص قابلیت رکھتا تھا ۔ وہ شخص مذہب
کی جانی مالی ۔ قلبی و لسانی ۔ حالی و قالی نصرت میں ایسا ثابت قدم تھا جس کی [illegible]

[illegible] ہے۔ اور اگر آپ کا ایسے شخص کے ساتھ وابستگی کا کوئی تعلق نہیں
[illegible] کہ جو دست نے بغض اور کینہ دل میں رکھ کر نہ صرف خود اس سے متنفر ہیں بلکہ
[illegible] میں اپنے منہ کی پھونکوں سے اس روشن چراغ کو بجھانے
[illegible] تو [illegible] اس نتیجہ پر پہنچنے میں حق بجانب ہوگا۔ کہ آپ کا اسلام
[illegible] نہیں
[illegible] ہرگز آپ کو مکلف نہیں فرمایا کہ عبداللہ
[illegible] مولوی انور شاہ کشمیری۔ شیخ محمد اور مفتی محمد دین کی پیروی کروگے تو
نجات پاؤ گے۔ ہاں یہ ضرور قرآن کریم میں ارشاد فرمایا ہے۔ کہ فلا وربك لا
يؤمنون حتى يحكموك فيما شجر بينهم ثم لا يجدوا
في انفسهم حرجا مما قضيت ويسلموا تسليما۔ یعنی
اے رسول! تیرے رب کی قسم ہے۔ کہ یہ لوگ ہرگز مومن نہیں کہلا سکتے۔ جب تک اپنے
جھگڑوں میں تجھے حکم نہ ٹھہرائیں۔ اور پھر جو فیصلہ تو کرے اس سے دل میں تنگی
محسوس نہ کریں۔ اور ایسی فرمانبرداری کریں جو فرمانبرداری کرنے کا حق ہے پس اگر آپ
کے دل میں ایمان کی کوئی قدر ہے۔ تو آپ عبداللہ معمار اینڈ کمپنی کو چھوڑ کر رسول کریم
صلی اللہ علیہ وسلم سے فیصلہ کے طالب ہوں۔ حضور جو فیصلہ فرمائیں اسے بطیب خاطر
قبول فرمائیں۔ اور کسی قسم کی تنگی کو دل میں جگہ نہ دیں۔ نہ صرف یہی بلکہ اس فیصلہ کو
قبول کرنے میں اگر آپ کی جان۔ مال۔ عزت بھی خطرہ میں ہو۔ تو ان کی پرکاہ جتنی
بھی اہمیت نہ سمجھیں۔ قرآن مجید میں اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ قل ان كان اباؤكم
وابناءكم واخوانكم وازواجكم وعشيرتكم واموال
اقترفتموها وتجارة تخشون كسادها ومساكن
ترضونها احب اليكم من الله ورسوله وجهاد في سبيله
فتربصوا حتى ياتي الله بامره والله لا يهدي القوم الفاسقين
[illegible]
اور دوسری جگہ فرمایا۔ لا تجد قوما يؤمنون بالله واليوم الاخر
يوادون من حاد الله ورسوله ولو كانوا اباءهم او ابناءهم

اخوانهم او عشيرتهم اولٰئك كتب في قلوبهم الایمان وایدھم بروح منه ویدخلهم جنٰت تجری من تحتها الانهر خٰلدین فیها رضی الله عنهم ورضوا عنه اولٰئك حزب الله الا ان حزب الله هم المفلحون ٥

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے جس ابن مریم اور مہدی کے آنے کی خبر دی تھی ساتھ ہی اس کی شناخت کے لئے کچھ نشانات بھی بیان فرمائے تھے۔ تا ایمانی بصیرت رکھنے والے لوگ اُسے اُن نشانات سے بآسانی شناخت کر سکیں۔ جس طرح آپ نے نہایت لاپروائی سے فرما دیا ہے۔ کہ "ابن مریم کے نزول کی خبر ہے کسی نبی کی بعثت کی خبر نہیں جو بعد المشرقین ہو۔ اختلاف آپ کے فہم میں ہے قرآن وحدیث میں نہیں" حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا قول اِس قسم کی بے اعتنائی کا نتیجہ نہ تھا اور نہ ہی کسی مجنون کی بڑ تھی نعوذ باللہ۔ کہ جس کی حقیقت اور اصلیت ہی کچھ نہ ہو۔ بلکہ بعد میں آنے والوں کے لئے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی صداقت کا اس میں بہت بڑا نشان تھا۔ اور اللہ رب العلمین کی اسے تائید حاصل تھی۔ پس وہ پیشگوئی اپنے پورے جلال کے ساتھ اپنے مقررہ وقت پر پوری ہو کر لاکھوں بندگانِ خدا کی رہنمائی اور سعادتِ دُنیوی و اُخروی کا موجب ہو چکی ہے۔ آپ بھی دیدۂ بینا لے کر اس پر غور فرمائیں۔ اور اس آسمانی مائدہ سے مُنہ نہ پھیریں۔ اور محض لسان العرب۔ صحاح جوہری اور اساس البلاغہ کی ریتلی بُنیادوں پر اپنے اعتقاد اور ایمان کی عمارت کھڑی کر کے لا یقدرون علٰی شیئٍ مما کسبوا کے گروہ میں داخل نہ ہوں۔ اور بالآخر اس آسمانی مُنادی کا پیغام اُسی کے الفاظ میں بگوشِ ہوش سُنیں :۔

"اب جبکہ خدا نے اپنی تعلیم کے موافق جو سورۃ فاتحہ میں سکھلائی گئی۔ گذشتہ تمام نعمتوں کا تم پر دروازہ کھول دیا ہے۔ تو تم کیوں ان کے لینے سے انکار کرتے ہو۔ اس چشمہ کے پیاسے ہو کہ پانی خود بخود آ جائے گا۔ اس دودھ کے لئے تم بچے کی طرح رونا شروع کر کے

[illegible] ستان سے خود بخود اُتر آئے گا۔ رحم کے لائق بنو تا تم پر رحم کیا جائے اضطراب دکھلاؤ تا تسلّی پاؤ۔ بار بار چلاؤ تا ایک ہاتھ تمہیں پکڑ لے۔ کیا ہی دشوار گذار وہ راہ ہے جو خدا کی راہ ہے۔ پر اُن کے لئے آسان کی جاتی ہے جو مرنے کی نیت سے اس اتھاہ گڑھے میں پڑتے ہیں۔ وہ اپنے دلوں میں فیصلہ کر لیتے ہیں کہ ہمیں آگ منظور ہے۔ ہم اس میں اپنے محبوب کے لئے جلیں گے۔ پھر وہ آگ میں اپنے تئیں ڈال دیتے ہیں۔ پس کیا دیکھتے ہیں کہ وہ بہشت ہے یہ ہے جو خدا نے فرمایا ان منکم الا واردھا وکان علیٰ ربک حتماً مقضیّا۔ یعنی اے بدو اور اے نیکو! تم میں سے کوئی بھی نہیں جو جہنم کی آگ پر گذر نہ کرے۔ مگر وہ جو خدا کے لئے اس آگ میں پڑتے ہیں وہ نجات دیئے جاویں گے۔ لیکن وہ جو اپنے نفس امارہ کے لئے آگ پر چلتا ہے۔ وہ آگ اسے کھا جائے گی۔ پس مبارک وہ جو خدا کے لئے اپنے نفس سے جنگ کرتے ہیں۔ اور بدبخت وہ جو اپنے نفس کے لئے خدا سے جنگ کر رہے ہیں۔ اور اس سے موافقت نہیں کرتے۔ جو شخص اپنے نفس کے لئے خدا کے حکم کو ٹالتا ہے وہ آسمان میں ہرگز داخل نہیں ہوگا۔ سو تم کوشش کرو۔ جو ایک نقطہ یا ایک شعشہ قرآن شریف کا بھی تم پر گواہی نہ دے تا تم اسی کے لئے پکڑے نہ جاؤ۔ کیونکہ ایک ذرہ بدی کا بھی قابلِ پاداش ہے۔

وقت تھوڑا ہے اور کارِ عمر ناپیدا۔ تیز قدم اٹھاؤ جو شام نزدیک ہے۔ جو کچھ پیش کرنا ہے وہ بار بار دیکھ لو۔ ایسا نہ ہو کہ کچھ رہ جائے۔ اور زیاں کاری کا موجب ہو۔ یا سب گندی اور کھوٹی متاع ہو جو شاہی دربار میں پیش کرنے کے لائق نہ ہو۔" (کشتی نوح صفحہ ۶۵ تقطیع خورد)

اللہ تعالیٰ آپ کو یہ پیغام قبول کرنے کی ہمت عطا فرما دے۔ اور اس پر عملدرآمد کر کے آپ کو دینی دنیوی حسنات سے مالا مال ہونے کی توفیق بخشے۔ آمین ثم آمین۔ و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین۔

خاکسار [illegible] اورینٹل ٹیچر گورنمنٹ ہائی سکول [illegible] ۱۹ نومبر [illegible]